ارشادات حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ (مجدد صد چہاردہم)

راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر دعائیں مانگو

خدا تعالیٰ بڑا کریم ہے۔ اس کی کریمی بڑا گہرا سمندر ہے۔ جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ اور جس کو تلاش کرنے والا اور طلب کرنے والا کبھی محروم نہیں رہا۔ اس لئے تم کو چاہیے کہ راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر دعائیں مانگو۔ اور اس کے فضل کو طلب کرو۔ ہر ایک نماز میں دعا کے لئے کئی مواقع ہیں۔ رکوع، قیام، قعدہ، سجدہ وغیرہ۔ پھر آٹھ پہروں میں پانچ مرتبہ نماز پڑھی جاتی ہے۔ فجر، ظہر، عصر، شام اور عشاء ان پر ترقی کر کے اشراق اور تہجد کی نمازیں ہیں یہ سب دعا ہی کے لئے مواقع ہیں۔ نماز کی اصلی غرض اور مغز دعا ہی ہے اور دعا مانگنا اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عین مطابق ہے۔ مثلاً عام طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ جب بچہ روتا دھوتا ہے، اضطراب ظاہر کرتا ہے تو ماں کس قدر بیقرار ہو کر اس کو دودھ دیتی ہے۔ الوہیت اور عبودیت میں اسی قسم کا ایک تعلق ہے جس کو ہر شخص سمجھ نہیں سکتا۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر گر پڑتا ہے اور نہایت عاجزی اور خشوع وخضوع کے ساتھ اس کے حضور اپنے حالات کو پیش کرتا ہے اور اس سے اپنی حاجات کو مانگتا ہے تو الوہیت کا کرم جوش میں آتا ہے اور ایسے شخص پر رحم کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا دودھ بھی ایک گریہ کو چاہتا ہے۔ اس لئے اس کے حضور رونے والی آنکھ پیش کرنی چاہیے۔ (ملفوظات جلد اوّل، صفحہ 351-352)

اداریہ

عید الفطر اللہ کے قائم کردہ فرض کی ادائیگی پر اظہارِ مسرت

اسلام نے مسلمانوں کو تہواروں کے لئے جو دو مواقع فراہم کیے ہیں ان میں ایک عید الفطر ہے اور دوسرا موقع عید الاضحیٰ ہے۔ عید الفطر رمضان المبارک کے برکتوں، رحمتوں اور مغفرتوں والے مہینہ کے بعد آتی ہے۔ عید الفطر ایک ایسا عظیم الشان تہوار ہے جس کا تعلق نہ تو کسی شخصیت سے نہ کسی خاص واقعہ سے اور نہ دوسرے مذاہب کے تہواروں کی طرح کسی موسمی تبدیلی سے ہے۔ عید الفطر کا تعلق کسی چیز سے ہے تو وہ روحانیت، تقویٰ اور اطاعتِ امرالٰہی سے ہے یعنی رمضان جس میں ایک مسلمان صرف اور صرف رضائے الٰہی کے حصول کے لئے پورا ماہ بھوک اور پیاس کی شدت کو برداشت کرتا ہے اور اپنی پوری لگن اور مجاہدہ سے ایمانی اور عملی معراج کے حصول کی تگ ودو میں لگا رہتا ہے۔ اس کے مدِ نظر اللہ کی موجودگی کا تصور ہوتا ہے کہ کوئی دیکھے نہ دیکھے وہ بصیر ذات ہمارے ہر عمل کو دیکھتی ہے۔ وہ خالصتاً اس رب العالمین کی خوشنودی کے لئے ہر اس جائز اور ناجائز چیز سے رُک جاتا ہے جس سے رُکنے کا اس کے رب نے حکم دیا ہے۔ یعنی ناجائز چیزوں سے تو رُکتا ہی ہے اس کے ساتھ ساتھ اللہ کی کامل اطاعت کے اظہار کے لئے ان جائز چیزوں سے بھی ایک مقرر وقت کے لئے رُک جاتا ہے جو اس کی زندگی کی بقاء کے لئے ضروری ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک مسلمان اس ماہ میں تعمیر سیرت، ضبطِ نفس، انسانی ہمدردی جیسی چیزوں کی تربیت بھی حاصل کرتا ہے۔ اس ماہ میں ذکر الٰہی کے ذریعہ قرب الٰہی بھی حاصل کرتا ہے۔ عید الفطر انہی امور کی بخوبی تکمیل اور انوار وبرکات کے حصول کی خوشی میں منائی جاتی ہے جو مسلمان ان امور کی طرف توجہ کرتا ہے۔ اصل عید اسی کی ہوتی ہے کیونکہ وہی حقیقی خوشی کو محسوس کرسکتا ہے جو کسی کام کو شروع کرے اور پھر اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچا دے تو عید الفطر ایک عملی سبق ہے کہ تکلیف کے بعد جو فرض کی ادائیگی کے طور پر اُٹھائی جائے خوشی ہوتی ہے اور جو شخص دُکھ اُٹھاتا ہے، اس کے لئے راحت کی خوشخبری ہے جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے: ''تنگی کے ساتھ آسانی ہے، ہاں تنگی کے ساتھ آسانی ہے''۔(94:5 تا 6) لیکن اس کے ساتھ مسلمان کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ آسانی، خوشی اور مسرت مل جانے کے بعد وہ کہیں یکسر اپنے فرائض سے غافل ہی نہ ہو جائے۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے عیدین کی رات کو عبادت سے زندہ رکھا اس کا دل اس دن نہ مرے گا جبکہ سب دل مر جائیں گے''۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الصیام)

خوشیوں بھرا عید کا دن غفلت کی ترغیب نہیں بلکہ نماز عید سے عید کے دن کا آغاز اس بات کا درس ہے کہ مسلمان نہ تو تکلیف میں خدا کو بھولتا ہے اور نہ خوشی کی انتہاء میں کیونکہ اس کا سب کچھ اسی اللہ وحدہ لاشریک کے لئے ہوتا ہے اور وہ قرآن کے الفاظ میں اس بات کا اقرار کرنے والا ہوتا ہے کہ: ''میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور مرنا اللہ کے لئے ہے جو جہانوں کا رب ہے''۔(الانعام:163) غرض رمضان تو مومن کے لئے یاددہانی تھا اور عید اس یاددہانی پر کان دھرنے پر خوشی کا اظہار، ورنہ مومن تو وہی ہے جو پورا سال اللہ کی منع کردہ چیزوں سے رُکتا ہے اور اللہ کے قائم کردہ احکام کو بجا لاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں حقیقی مومن بننے کی توفیق دے، ہماری عبادات کو قبولیت عطا فرمائے اور جو نیکیوں کا سلسلہ ہم رمضان میں جاری رکھے ہوئے تھے وہ تمام حیات قائم ودائم رہے۔ آمین

☆☆☆☆

پیغام عیدالفطر

حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

''جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کی پیروی کرتے ہیں جیسا کہ اس کی پیروی کرنے کا حق ہے، وہی اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو کوئی اس کا انکار کرتا ہے سو وہی نقصان اُٹھانے والے ہیں''۔(سورۃ البقرہ آیت 121)

رسالہ ''پیغام صلح'' کے عیدالفطر کے شمارہ کی وساطت سے میں تمام پاکستان اور بیرونی ممالک کی جماعتوں کو عیدالفطر کی مبارک دیتا ہوں۔ دنیا بھر میں آج عیدالفطر رمضان کے روزے مکمل ہونے پر منائی جارہی ہے۔ان کی یہ خوشی حق بجانب ہے کیونکہ انہوں نے روحانی سفر کا ایک ماہ مکمل کیا ہے۔اس میں عبادات خاص کر روزے کی ادائیگی نمازیں اور قرآن کا سننا، پڑھنا اور مطالعہ کرنا شامل ہے۔جس کی وجہ سے تمام مسلمان یقیناً اپنے آپ کو اللہ کے قریب پاتے ہیں۔

میں اس عید پر مذکورہ بالا آیت ''جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کی پیروی کرتے ہیں جیسا کہ اس کی پیروی کرنے کا حق ہے، وہی اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو کوئی اس کا انکار کرتا ہے سو وہی نقصان اُٹھانے والے ہیں'' کے ترجمہ کے ذریعہ عید کا ایک اہم پیغام دینا چاہتا ہوں۔ہم میں اکثر وہ لوگ ہیں جن کی عربی زبان مادری نہیں ہے اور نہ وہ اس کو سمجھتے ہیں اس لئے قرآن کی تلاوت کا حق جس میں اس پر عمل سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے وہ اسے کیسے ادا کرسکتے ہیں؟ یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہمارے پاس حضرت مولانا محمد علیؒ کے قرآن کے اُردو اور انگریزی تراجم موجود ہیں۔ہم اس بات پر فخر محسوس کرتے ہیں کہ ہمارے اول امیر وبانی جماعت وہ عظیم شخصیت ہیں جنہوں نے انگریزی قرآن کا ترجمہ کیا اور یوں وہ پہلے انگریزی میں ترجمہ کرنے والے مسلمان ہوئے اور اسی ترجمہ سے بہت سی بین الاقوامی زبانوں میں تراجم اس جماعت کے ذریعہ ہوئے۔

اب کچھ سوالات ہمیں اپنے آپ سے کرنے ہیں۔کیا ہم نے ان تراجم سے فائدہ اُٹھایا؟ کیا ہم نے قرآن کو پڑھا؟ کیا ہم قرآن پر پورا عمل کرتے ہیں؟ کیا قرآن نے ہماری زندگیوں میں تبدیلی پیدا کی؟ اگر ان سوالات کے جوابات منفی میں ہیں تو عید کے اس مبارک موقع پر اپنے اپنے تہی جائزہ لینا چاہیے۔ آئیں آج کے دن ہم اپنی کمزوریوں، کوتاہیوں کو ترک کرنے کا عہد کریں۔

میں آپ کی توجہ حضرت مرزا غلام احمد مجدد زماں کے ''کشتی نوح'' کے اس فقرہ کی طرف مبذول کرواتا ہوں جس میں آپؑ نے تحریر فرمایا: ''جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے اوپر بند کرتا ہے۔

آیئے مل کر یہ پختہ ارادہ کریں کہ ہم قرآن کے ہر حکم کی تعمیل کریں گے تاکہ ہم کہیں اپنے اوپر نجات کا دروازہ بند نہ کردیں۔

آیئے ہم ارادہ کریں کہ ہم روزانہ اپنی زبان میں تھوڑا تھوڑا قرآن سمجھ کر پڑھیں گے اور یوں انشاءاللہ اگلے رمضان سے قبل اس عمل کو پایا تکمیل تک پہنچائیں گے۔اور اپنی کمزوریوں کو پوری کوشش سے دور کرنے کی کوشش کریں گے۔

میں آخر میں آپ کو دوبارہ عید مبارک کہتے ہوئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اس نصب العین کو پانے میں مدد فرمائے۔آمین

رمضان میں کوشش اور مجاہدہ سے اللہ کا قرب اور رضا پائی جا سکتی ہے

خطبہ جمعۃ المبارک، فرمودہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

4 رمضان المبارک، مورخہ 10 مئی 2019ء بمقام جامع دارالسلام لاہور

ترجمہ: ''اے مردِ (کامل) ہم نے تجھ پر قرآن اس لئے نہیں اُتارا کہ تُو ناکام رہے بلکہ یہ اُس کے لئے نصیحت ہے جو ڈرتا ہے، اُس کی طرف سے اُتارا گیا ہے جس نے زمین اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا، وہ رحمٰن (ہے جو) عرش پر قائم ہے۔ اُسی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو ان دونوں کے درمیان ہے اور جو گیلی مٹی کے نیچے ہے۔ اور اگر تو پکار کر بات کہے تو وہ بھید کو اور اس سے مخفی بات کو بھی جانتا ہے۔ اللہ، اس کے سوائے کوئی معبود نہیں، اچھے نام اُسی کے ہیں۔'' (سورۃ طٰہٰ، آیت 1 تا 8)

ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ہمیں پھر ماہِ رمضان جس کا آج پہلا جمعہ ہے نصیب ہوا اور یہ شکر کرنا اس لئے ہے کہ اس نے ہمیں ایک بار پھر ہماری زندگیوں میں اپنی قربت حاصل کرنے، اپنی رضا حاصل کرنے اور ہم سے راضی ہوجانے کا ایک اور موقع عطا فرمایا۔ جو ہم سے خطائیں پچھلے رمضان کے بعد ہوئیں ان کی معافی مانگنے کا ایک اور موقع اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ اس ماہ کی تمام گھڑیوں میں عبادات نصیب فرمائے، ہمیں قرآن کی تلاوت نصیب فرمائے اور اس کی سمجھ ہمیں عطا فرمائے اور جو لوگ اس ماہ کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے اس اعتکاف کو قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

پچھلے آٹھ دس دن میں جتنے درس ہوئے، جتنے خطبات ہوئے ان میں وہ تمام تفصیلات بیان کردی گئی ہیں جو رمضان سے متعلق بیان کی جاسکتی تھیں۔ پچھلے جمعہ کو ہم نے نہایت تفصیل سے رمضان کے متعلق ایک خطبہ سنا اور اس میں بتایا گیا کہ رمضان رمض سے نکلا ہے جس کا مطلب شدید گرمی ہے۔

تاریخی طور پر رمضان کا آغاز اُس شدید گرمی کے ماہ کے ساتھ وابستہ ہے لیکن قمری لحاظ سے رمضان کا مبارک ماہ تمام موسموں میں آتا ہے۔ اس کی طرف توجہ ہمارے مسیح الزماں حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ نے دلوائی ہے وہ اسے ایک روحانی رمض، روحانی گرمی اور تپش کی طرف اشارہ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ''روحانی رمض سے مراد روحانی ذوق وشوق اور حرارتِ دینی ہے'' (ملفوظات جلد اوّل ص 136)۔ اس ذوق وشوق اور اُس حرارت دینی سے اللہ تعالیٰ ہمیں نوازے تاکہ ہم رمضان کے اصلی مقصد کو پاسکیں۔ آمین

سورۃ طٰہٰ کی تلاوت رمضان کے خطبات کے شروع میں کرنا ذرا روایت سے ہٹ کر لگتا ہے کیونکہ رمضان کے ماہ کے متعلق جو احکامات ہیں وہ سورۃ البقرہ کے 23ویں رکوع میں آجاتے ہیں۔ میں نے اس کا انتخاب اس لئے کیا ہے کہ اس میں نہ صرف قرآن کے نازل ہونے کا ذکر آتا ہے بلکہ ان آیات پر اگر غور کیا جائے اور پھر تفاسیر کا مطالعہ کیا جائے تو ان آیات میں رمضان شریف کے روزے رکھنے کا مقصد بھی بیان کیا گیا ہے

الفاظ طٰہٰ کا مفہوم:

سورہ طٰہٰ ان ہی دو الفاظ سے شروع ہوتی ہے اور اس لئے اسی نام سے منسوب ہے۔ طٰہٰ قرآنی مقطعات میں سے ہے۔ کچھ تفاسیر یہ لکھتی ہیں کہ مقطعات کے معنی صرف اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں اور کہیں معنی بھی کئے گئے ہیں۔ مثلاً ''طٰہٰ کے ذریعہ اگلی آیتیں پڑھو''۔ ہم جانتے ہیں کہ رسول کریم صلعم کے ناموں میں بھی طٰہٰ شامل ہے اور یہ سریانی زبان جو ملک شام کی ایک قدیم

زبان ہے اس کے الفاظ ہیں اور اُن کی نظموں میں یہ الفاظ آئے ہیں اور یہ الفاظ نہایت ادب سے کسی کو پکارنے میں استعمال ہوتے تھے۔ ''مردِ کامل'' ترجمہ مولانا محمد علی صاحب کی تفسیر بیان القرآن میں کیا گیا ہے، نہایت محبت سے آپ کی عظمت کو دل میں رکھتے ہوئے اور آپؐ کو دل کی گہرائیوں سے عزت دیتے ہوئے اور آپ کو عظیم جانتے ہوئے آپؐ کو پکارا گیا ہے۔ اگر ہم انگریزی میں اس کا موازنہ کریں تو وہ ایک انسان کو Man کہنے کے بجائے Respected Sir یا Gentleman کہہ کر پکاریں تو ان میں واضح فرق ہوتا ہے۔ تو طٰہٰ کسی شخص کو نہایت عزت سے پکارنے کا طریقہ ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلعم کو مخاطب فرمایا۔ ظاہر ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی محبت رسول کریم صلعم کے ساتھ تھی اور جیسے وہ اُن سے مخاطب ہوتا ہوگا وہی طٰہٰ کا مطلب اور اصلی مفہوم ہوگا۔ واللہ عالم! کسی کو پکارتے وقت جس لہجہ میں خطاب کیا جائے وہ بھی خاص اہمیت رکھتا ہے لہذا آپؐ کو طٰہٰ ایسے کہیں جیسے آپ کے دل سے نکلی آواز ہے تو میرا خیال ہے یہاں پر وہ مقصد ان دو لفظوں سے ادا ہوتا ہے۔

تذکرۃ کا مفہوم:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''الا تذکرۃ لمن یخشیٰ'' تذکرہ زیادہ تر مفسرین نے نصیحت کے مفہوم میں استعمال کیا ہے۔ یہاں پر مولانا محمد علی صاحب نے بھی ترجمہ کیا ہے کہ '' بلکہ یہ اس کے لئے نصیحت ہے جو ڈرتا ہے '' لیکن آپ ہی نے اپنے انگریزی کے ترجمہ میں الفاظ Its a reminder for one who fears استعمال کئے ہیں اور یوں تذکرۃ کے معنی Reminder یا یاد دہانی کے بھی کئے گئے۔ گو تذکرۃ نصیحت اور یاد دہانی دونوں مفہوموں میں تفسیروں میں آتے ہیں مگر تقریباً سب میں نصیحت کو ترجیح دی گئی ہے۔

قرآن یاد دہانی کا کام دیتا ہے۔ یہ سوئی قوموں کو جگانے کے لئے نازل ہوا ہے اور اس کا ایک مقصد ہے کہ لوگوں کو جگا کر اُن کو متقی بنا دے۔ اس کی مثال تمام روایتوں میں آتی ہے کہ یہ وہ آٹھ تلاوت کردہ آیات ہیں جن کو سن کر حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے۔ ایک روحانی لحاظ سے سوئے ہوئے انسان کے ذہن کے اندر فطرت ہے کہ وہ اچھائی کی طرف آئے اور اس اچھائی سے اگر وہ دور ہو جاتا ہے تو اس کو یاد دہانی کروانے سے اس کی فطرت اس کو واپس اچھائی کی طرف لاتی ہے۔ اس لئے حضرت عمرؓ جب رسول کریم صلعم کو نعوذ باللہ قتل کرنے کے لئے نکلے تو پھر جب یہ آیات ان پر پڑھی گئیں یا اُنہوں نے خود پڑھیں تو ان کے الفاظ نے ایک معجزہ کا کام کیا۔

اگر ہم قرآن کو اسی جذبہ سے پڑھیں کہ ہمارے اندر جو کمزوریاں ہیں جن کی وجہ سے ہم خدا سے دور ہو چکے ہیں تو ہمیں بھی یاد دہانی ہوگی اور کئی چیزیں جو ہم نہیں کر رہے ہوتے یا جو ہم سے چھوٹ جاتی ہیں، اس کی طرف اللہ تعالیٰ ہماری توجہ دلواتا ہے اور ہمارے اندر کا شیطان ان آیات کو سن کر ہم سے دور بھاگتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے قریب لے آنے میں ہماری مدد فرماتا ہے۔

خشیت یا ڈر کا مفہوم:

نصیحت اور یاد دہانی سے فائدہ وہی اٹھاتا ہے جس کے اندر خشیت اور رقت ہو۔ اسی لئے ڈر کا لفظ تقویٰ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اگر کوئی بگڑی نفس امارہ کے اندر گرا پڑا ہوا اور اس کا ارادہ ہی نہ ہو کہ وہ اس سے نکلے تو پھر یہ قرآن کی آیات بھی اس کو فائدہ نہیں اٹھانے دیتیں۔ اس لئے انسان کا دل اندر سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رجوع کرنے کی رغبت رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اُس کی رہنمائی اور اُس کی مدد فرماتا ہے۔ سورۃ طٰہٰ میں الفاظ ''اس کے لئے نصیحت ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے''۔ تو اللہ سے ڈرنا، وہی ڈرنا ہے جو قرآن کریم میں البقرہ کے شروع میں ھدی اللمتقین کے الفاظ میں بیان ہوئے ہیں۔ یہ وہ ڈر ہے کہ انسان کو احساس ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کے بتائے اصولوں

سے کہیں دور نہ ہو جاؤں۔ یہ وہ ڈر ہے جس کے ذریعہ انسان چاہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہر ایک بات پر عمل کرے۔

قرآن کی تلاوت کا حقیقی مقصد:

قرآن صرف اس مقصد سے پڑھا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو اور ہم اس کے قریب ہو جائیں اور ہمیں اُن تمام احکامات جن پر عمل کرنے سے اللہ ہمیں اپنا دوست مانے، اس کے سوا اور کوئی دل میں خیال نہ آئے کہ میں یہ قرآن اس لئے پڑھ رہا ہوں کہ مجھے یہ حاصل ہو جائے یا وہ مل جائے۔ رسول اللہ صلعم نے قرآن صرف اللہ کی رضا کے لئے پڑھا اور کبھی کسی دنیاوی مقصد کے لئے نہیں پڑھا۔ کیونکہ قرآن کے نزول کا یہ مقصد ہے کہ اس کو دلوں پر نازل کیا جائے۔ جیسے نبی کریم صلعم کے دل پر یہ لفظ نازل ہو کر ہمیشہ کے لئے ایک کیل کی طرح پیوست ہو گئے۔ اسی طرح جب ہم قرآن پڑھیں تو ہم اس کو اپنے دلوں پر نازل ہوتا محسوس کریں اور اس پر عمل کرنے کا فیصلہ بھی کریں۔

رسول کریم صلعم کے دل میں قرآن کا پیغام پہنچانے کی تڑپ:

رسول کریم صلعم کے دل میں قرآن کا پیغام پہنچانے کی تڑپ تھی آپ اپنی قوم کے اتنے خیر خواہ تھے کہ اُن کے غم میں اس قدر پریشان رہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں دو مقامات پر آپؐ سے سوال کیا ہے:

”تو کیا اپنی جان کو ان کے پیچھے ہلاک کر دے گا اگر وہ اس پر ایمان نہ لائیں“ (الکہف:6)

”شاید تو اپنی جان کو ہلاک کر دے گا کہ یہ ایمان نہیں لاتے“ (الشعراء:3)

آپؐ کی پریشانی اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا اور سورۃ طٰہٰ میں آپؐ کو تسلی دی کہ ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ (”ہم نے تجھ پر قرآن اس لئے نہیں اُتارا کہ تو ناکام رہے“) (طٰہٰ:2)

گو کہ یہ تسلی رسول کریمؐ کو اللہ تعالیٰ نے دی مگر اس میں تمام ان لوگوں کے لئے بھی تسلی ہے جو قرآن کی تبلیغ اور اس کے آگے پہنچانے کے لئے اپنی زندگیاں وقف کرتے ہیں اور یوں لوگوں کو قرآن کی یاددہانی، اس کے پیغام کی یاددہانی کا کام کر رہے ہوتے ہیں۔ اُن کو ایک یقین دلایا ہے کہ وہ ناکام نہ ہوں گے۔ اس چیز پر سب داعی الی اللہ یقین رکھیں اور عمل کریں تو وہ اللہ کا وعدہ سچا پائیں گے۔

رمضان کی برکات:

حضرت صاحب نے اس بابرکت مہینہ کے متعلق صوفیاء کے حوالہ سے فرمایا ہے:

”یہ ماہ ماہِ تنویر قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے، کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں، صلوٰۃ تزکیہ نفس کرتی ہے اور صوم تجلی قلب کرتا ہے، تزکیہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جائے (نفس کو پاک کرنا کہ کسی طرح نفس امارہ سے چھٹکارا مل جائے) اور تجلی قلب سے مراد یہ ہے کشف کے دروازے اُس پر کھلیں کہ خدا کو دیکھ لے۔“ یہ وہ مہینہ ہے کہ جب انسان کی یہ خواہش کہ میں خدا کو دیکھ لوں اس ماہ میں صوفیاء فرماتے ہیں پوری ہوتی ہے۔ پس انزل فیه القرآن میں یہی اشارہ ہے کہ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ روزہ کا اجر عظیم ہے۔

ان روزوں کی عظمت اور ان کی برکات کو یقین جانتے ہوئے ہمیں روزے رکھنے چاہئیں اور ایسی عبادات کا سلسلہ کرنا چاہیے کہ ہم پر اللہ تعالیٰ کے نزدیکی کے دروازے جن کا اشارہ وہ سچی خوابوں، کشوف اور الہامات کے ذریعہ فرماتا ہے کھول دیئے جائیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کے ایک فرمان کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کے قریب ہونے کے مرحلوں میں ایک مقام ایسا بھی آتا ہے کہ آگے بڑھنا انسان کے لئے ممکن نہیں رہتا اس وقت اللہ تعالیٰ روحانی ترقی اور رہنمائی اپنے ہاتھوں میں لے لیتا ہے اور اس کی رہنمائی الہامات کے ذریعے سے فرماتا ہے۔ اللہ

تعالیٰ رمضان کی عبادات کے ذریعہ ہمیں روحانیت کے مقامات میں ترقی حاصل کرنے کے قابل بنائے۔

رمضان قرآن کے نزول کا مہینہ ہے اور ہر سال انسان کو یقین دہانی کروائی جاتی ہے کہ تمہارے اندر جو فطرت میں اچھائی رکھی ہے اس کی تلاش اس مہینے میں کرو۔ اسی لئے ضروری ہوتا ہے کہ انسان قرآن کو جتنا موقع اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیب ہو قرآن کو سنے اور پڑھے اور سمجھے اور اس پر عمل کرے اور پھر اس عمل سے جو اس کے اندر تبدیلی آئے وہ واحد طریقہ ہے جس سے تبلیغ مؤثر ہوگی۔ اسلام تلوار سے نہیں پھیلا بلکہ یہ لوگوں کی ذاتی تبدیلیوں اور عمل سے پھیلا ہے۔ حضرت عمرؓ اپنے ہاتھ میں جو تلوار نبیؐ کے قتل کے لئے لے کر آئے وہ تلوار اسلام کے دفاع کا نشان بن گئی۔

سِر کا مفہوم:

وان تجھر بالقول فانہ یعلم سر او اخفیٰ (اور اگر تو پکار کر بات کہے تو وہ بھید کو اور اس سے مخفی بات کو بھی جانتا ہے) جب کوئی بات کرے تو وہ سارے سنتے ہیں، سمجھتے ہیں، جانتے ہیں لیکن انسان اپنے دل میں کیا سوچ رہا ہے اور اسے مخفی رکھتا ہے اسے صرف اللہ جانتا ہے۔ ہر گناہ گار چاہتا ہے کہ اس کا گناہ مخفی رہے۔ کبھی منہ سے نہیں بتائے گا کہ میں نے یہ گناہ کئے۔ لیکن گناہ گار اتنا تو سوچے کہ اُس کی بات اللہ سے مخفی نہیں اور استغفار کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی اصلاح کی دعا کرتا رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ مخفی کو بھی جانتا ہے اور اس سے کوئی بھید چھپا نہیں۔

یہاں پر دو الفاظ آتے ہیں ایک 'سِر' اور دوسرا 'اخفیٰ'۔ 'سِر' وہ ہے جو انسان دل میں چھپائے رکھتا ہے۔ کوئی انسان کسی وقت کسی سے بات کرتے ہوئے ممکن ہے کہ کچھ اور ہی سوچ رہا ہو مثلاً منہ سے کہے کہ آپ بڑے مہربان ہیں اور دل میں پتہ نہیں کیا کیا سناتا ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ سے کوئی بھید مخفی نہیں ہوتا۔ اس لئے بھید کو سر رکھنے کے وقت انسان یاد رکھے کہ اللہ جانتا ہے۔ اس سے اس کی اصلاح ہوگی۔ کسی کی موجودگی میں کچھ کہنا اور اُس کے جانے کے فوراً بعد غیبت شروع کر دینا عام عادت ہے۔ لیکن اللہ نے غیبت سے اس سختی سے منع فرمایا ہے کہ اس نے پیٹھ پیچھے بات کرنے کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف قرار دیا ہے۔ ''کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے تو تم اُس سے کراہت کرتے ہو'' (الحجرات آیت 12)

اخفیٰ کا مفہوم:

ان آٹھ آیات میں اخفیٰ کا لفظ آنا ہمارے لئے ایک اہم پیغام رکھتا ہے۔ اخفیٰ کا لفظ بہت سے معنی میں استعمال ہوتا ہے مثلاً (۱) وہ بات جو دل میں رکھ لی جائے (۲) پوشیدہ بات (۳) وہ بات جو ابھی دل میں نہیں آئی (۴) چھپی ہوئی بات جو اللہ کو معلوم ہو (۵) جو قیامت تک چیزیں ہونے والی ہیں۔ اور جنہیں صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اخفیٰ کے لئے انگریزی تفاسیر میں الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان میں Yet more hidden اور subconscious آتے ہیں۔ جو تحت الشعوری کے معنی کو منظور کرنے میں مجھے ایک اعتراض یہ ہے کہ ماہر ڈاکٹر تحت الشعوری کو شعوری بنا سکتے ہیں۔ وہ بھی جان سکتے ہیں کہ اس انسان کے Subconscious میں کیا ہے۔ میرے خیال میں اخفیٰ الگ چیز ہی ہونی چاہیے۔ وہ ایسا بھید ہو، ایسی بات ہو جو ابھی نہ ہوئی ہو۔ اُسے صرف اللہ جانتا ہو اور وہ ان لوگوں کو بتا دے جو اُس کو اپنے قریب پاتے ہیں۔ جیسے بارش ہو رہی ہو تو اوروں کے اوپر بھی قطرے گرتے ہیں، اس طرح سچی خواب کے ذریعہ جو اللہ خبر دیتا ہے وہ کبھی کبھار ہر ایک کو آسکتی ہے لیکن اللہ کے قریب بندوں پر کثرت سے سچی خوابوں کی بارش برس رہی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو وہ خبریں دے رہا ہوتا ہے جو صرف اسے ہی معلوم ہوتی ہیں۔ مثلاً اخفیٰ کی باتیں جو رسول کریم صلعم کو اللہ نے بتائیں وہ چودہ سو سال بعد بھی پوری ہو رہی

ہیں۔رسول کریم صلعم نے بتایا کہ دجال کی یہ خاصیتیں ہیں، یاجوج ماجوج کی یہ خاصیتیں ہیں اور اگلے زمانے میں یہ ہوگا۔یہ اخفیٰ کی مثال تھی جو اُس وقت کے مخاطب لوگ نہیں سمجھتے تھے۔صدیاں گزر گئیں پھر اس کی تشریح کرنے والی شخصیت اس زمانے کے مسیح موعود بن کر آئی اور ان چیزوں کی تشریح کی جو رسول کریم صلعم نے فرمائیں۔تو اسی بات سے خدا کا انسان سے بولنا اور الہاماً بتانا اور پھر اس کا سچ ہونا اللہ کی زندہ ہستی کا ثبوت بنتا ہے۔اسی طرح اخفیٰ کشوف، رویا، وحی خفی کے ذریعہ خدا اپنے خاص بندوں کو ظاہر کرتا ہے۔

اگر اس زمانے میں ہم دیکھیں کہ ہمارے امام کو اللہ نے کتنی اخفیٰ کی باتیں بتائیں۔کوئی ان کی زندگی میں پوری ہوگئیں۔زلزلے آگئے، طاعون آ گیا اور لیکھرام کا قتل جس طرح بتایا تھا جس تاریخ کو جس ماہ میں بتایا تھا وہ لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔رسول کریم صلعم کے وہ بتائے ہوئے نشانات آسمان میں آگئے۔چاند اور سورج کو گرہن لگ گیا کہ یہ مسیح موعود کا زمانہ ہے اس کی نشانیاں یہ ہیں وہ دیکھو۔لیکن اس کو بھی لوگوں نے نہ مانا اور اُن احادیث کو بجائے ماننے کے کہہ دیا کہ یہ ضعیف ہیں۔پھر مسیح موعود کی باتیں بارہا پوری ہورہی ہیں۔شاستری کی پیشگوئی غلط ثابت ہوگئی اور بعد میں پتہ چلتا ہے کہ یہ بات یوں تھی تو پھر اللہ تعالیٰ پر یقین آتا ہے اور اس بندے پر بھی جو دعویٰ کر رہا ہے کہ میں اللہ کی طرف سے آیا ہوں اس پر اور خدا کے وجود پر بھی یقین آتا ہے۔

ہم رمضان سے کیسے فائدہ اٹھائیں؟

طٰہٰ کی ان آیات جن میں ہمارے لئے تسلی بھی ہے کہ اگر ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی بسر کریں اور اس کی پاک کتاب قرآن کریم کی روشنی میں صراط المستقیم پر استقامت سے چلتے رہیں تو ہم ناکام نہ ہوں گے۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ موقع عطا فرمایا ہے کہ ہم اگر عبادات کے ذریعہ کوشش کریں تو ہم بھی ان خوش نصیب لوگوں میں سے بن سکتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنا قرب اور رضا عنایت فرماتا ہے۔ہم اس ماہ میں اپنی روحانی امراض سے قرآن کی شفاء عطا کرنے والی آیات اور نصائح سے فائدہ اُٹھائیں اور اس ماہ کی ہر گھڑی کو اچھی طرح استعمال کریں اور اپنا روزہ صرف پیٹ کے اوپر اور اپنے نفسیاتی تقاضوں تک محدود نہ کریں بلکہ یہ روزہ ہمارے جسم، خواص، دماغ اور دل کی سوچ کا بھی روزہ ہو۔ہم روزے کو صراط المستقیم پر قائم رہتے ہوئے ادا کریں۔جتنا ممکن ہو اس مہینہ میں تضیع اوقات مثلاً ٹیلی ویژن، موسیقی اور موبائل کے بے جا استعمال سے گریز کریں اور یہ وقت عبادات میں صرف کریں۔

دعا:

رمضان قبولیت دعا کا ماہ ہے اس میں ہم اللہ کی رحمت، مغفرت اور دوزخ کے عذاب سے بچنے کی دعا کرتے ہیں۔اپنے ملک کی سالمیت، اپنی جماعت کی حفاظت، بیماروں کی صحت، بچوں کی تعلیم کے لئے دعا کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ یتیموں اور بیواؤں کا والی حامی و ناصر ہے۔ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کریں۔بے اولادوں کو اولاد سے نوازے اور ہمارے بچوں اور نوجوانوں کو مسیح الزماں کے سلسلہ کو مضبوطی سے تھامے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔اللہ تعالیٰ ہمیں باعمل اور رسول کریم صلعم نبی آخرالزمان، خاتم النبیین کے نمونہ اور قرآن کریم کے احکامات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے قرب کا ذریعہ عطا فرمائے اور اس رمضان میں جو اس کے پاس اخفیٰ کے خزانے ہیں اُن میں سے ہمیں بھی حصہ عطا فرمائے اور ہمیں بھی اُن لوگوں میں شامل کرے جن کے ساتھ وہ ایسے راز بیان کرتا ہے جن کو ہم اخفیٰ کہتے ہیں۔

قسط سوئم

رجل فارس کی پُر معارف کتاب ''حقیقت الوحی'' سے ماخوذ، عارفانہ کلام کی کچھ روحانی چاشنیاں

انتخاب از: عبدالحفیظ (جموں کشمیر)

عشق الٰہی اور معرفت خداوندی پانے کے گُر اور حضرت احدیت کی عظمتیں:

''۔۔۔۔کرامات کی اصل بھی یہی ہے کہ جب انسان اپنے تمام وجود کے ساتھ خدا کا ہو جاتا ہے اور اس میں اور اس کے رب میں کوئی حجاب باقی نہیں رہتا اور وفا اور صدق کے تمام ان مراتب کو پورا کر کے دکھلاتا ہے جو حجاب سوز ہیں تب وہ خدا کا اور اس کی قدرتوں کا وارث ٹھہرایا جاتا ہے اور خدا تعالیٰ طرح طرح کے نشان اس کے لئے ظاہر کرتا ہے جو بعض بطور دفع شر ہوتے ہیں اور بعض بطور افاضہ خیر اور بعض اس کی ذات کے متعلق ہوتے ہیں اور بعض اس کے اہل و عیال کے متعلق اور بعض اس کے دشمنوں کے متعلق اور بعض اس کے دوستوں کے متعلق اور بعض اس کے اہل وطن کے متعلق اور بعض عالمگیر اور بعض زمین سے اور بعض آسمان سے۔غرض کوئی نشان ایسا نہیں ہوتا جو اس کے لئے دکھلایا نہیں جاتا اور یہ مرحلہ دقت طلب نہیں اور کسی بحث کی اس جگہ ضرورت نہیں کیونکہ اگر درحقیقت کسی شخص کو یہ تیسرا درجہ نصیب ہو گیا ہے جو بیان ہو چکا ہے تو دنیا ہرگز اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ہر ایک شخص جو اس پر گرے گا وہ پاش پاش ہو جائے گا اور جس پر وہ گرے گا اس کو ریزہ ریزہ کر دے گا کیونکہ اس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ اور اس کا منہ خدا کا منہ ہے اور اس کا وہ تمام ہے جس تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ یہ ظاہر ہے کہ اگرچہ درہم و دینار اکثر لوگوں کے پاس (جو مالدار ہیں) ہوتے ہیں لیکن اگر وہ گستاخی کر کے بادشاہ کا مقابلہ کریں جس کے خزائن مشرق و مغرب میں پڑے ہوئے ہیں تو ایسے مقابلہ کا انجام بجز ذلت کے کیا ہوگا؟ ایسے لوگ ہلاک ہوں گے اور وہ تھوڑے سے درہم و دینار ان کے بھی ضبط کئے جائیں گے۔

عزیز خدا کا نام ہے وہ اپنی عزت کسی کو نہیں دیتا مگر انہیں کو جو اس کی محبت میں کھوئے گئے ہیں۔ظاہر خدا کا نام ہے وہ اپنا ظہور کسی کو نہیں بخشتا مگر انہی کو جو اس کے لئے بمنزلہ اس کی توحید اور تفرید کے ہیں اور ایسے اس کی دوستی میں محو ہوتے ہیں جواب بمنزلہ اس کی صفات کے ہیں۔وہ ان کو نور دیتا ہے اپنے نور میں سے اور علم دیتا ہے اپنے علم میں سے تب وہ اپنے سارے دل اور ساری جان اور ساری محبت سے اس یار یگانہ کی پرستش کرتے ہیں اور اس کی رضا کو ایسا چاہتے ہیں جیسا کہ وہ خود چاہتا ہے۔

انسان خدا کی پرستش کا دعویٰ کرتا ہے مگر کیا پرستش صرف بہت سے سجدوں اور رکوع اور قیام سے ہو سکتی ہے یا بہت مرتبہ تسبیح کے دانے پھیرنے والے پرستارِ الٰہی کہلا سکتے ہیں بلکہ پرستش اس سے ہو سکتی ہے جس کو خدا کی محبت اس درجہ پر کھینچے کہ اس کا اپنا وجود درمیان سے اُٹھ جائے۔اول خدا کی ہستی پر پورا یقین ہو اور پھر خدا کے حسن و احسان پر پوری اطلاع ہو اور پھر اس سے محبت کا تعلق ایسا ہو کہ سوزشِ محبت ہر وقت سینہ میں موجود ہو اور یہ حالت ہر ایک دم چہرہ پر ظاہر ہو اور خدا کی عظمت دل میں ایسی ہو کہ تمام دنیا اس کی ہستی کے آگے مردہ متصور ہو اور ہر ایک خوف اسی کی ذات سے وابستہ ہو اور اس کی درد میں لذت ہو اور اُسی کی خلوت میں راحت ہو اور اس کے بغیر دل کو کسی کے ساتھ قرار نہ ہو۔

اگر ایسی حالت ہوجائے تو اس کا نام پرستش ہے مگر یہ حالت بجز خدا تعالیٰ کی خاص مدد کے کیونکر پیدا ہو۔اسی لئے خدا تعالیٰ نے یہ دعا سکھلائی۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین یعنی ہم تیری پرستش تو کرتے ہیں مگر کہاں حق پرستش ادا کر سکتے ہیں۔جب تک تیری طرف سے خاص مدد نہ ہو۔خدا کو اپنا حقیقی محبوب قرار دے کر اس کی پرستش کرنا یہی ولایت ہے جس سے آگے کوئی درجہ نہیں مگر یہ درجہ بغیر اس کی مدد کے حاصل نہیں ہوسکتا۔اس کے حاصل ہونے کی یہ نشانی ہے کہ خدا کی عظمت دل میں بیٹھ جائے۔خدا کی محبت دل میں بیٹھ جائے اور دل اُسی پر توکل کرے اور اسی کو پسند کرے اور ہر ایک چیز پر اسی کو اختیار کرے اور اپنی زندگی کا مقصد اسی کی یاد کو سمجھے اور اگر ابراہیمؑ کی طرح اپنے ہاتھ سے اپنی عزیز اولاد کے ذبح کرنے کا حکم ہو یا اپنے تئیں آگ میں ڈالنے کے لئے اشارہ ہو تو ایسے سخت احکام کو بھی محبت کے جوش سے بجا لائے اور رضا جوئی اپنے آقائے کریم میں اس حد تک کوشش کرے کہ اس کی اطاعت میں کوئی کسر باقی نہ رہے۔یہ بہت تنگ دروازہ ہے اور یہ شربت بہت ہی تلخ شربت ہے۔تھوڑے تھوڑے لوگ ہیں جو اس دروازہ میں سے داخل ہوتے اور اس شربت کو پیتے ہیں۔زنا سے بچنا کوئی بڑی بات نہیں اور کسی کو ناحق قتل نہ کرنا بڑا کام نہیں اور جھوٹی گواہی نہ دینا کوئی بڑا ہنر نہیں۔

مگر ہر ایک چیز پر خدا کو اختیار کر لینا اور اس کے لئے سچی محبت اور سچے جوش سے دنیا کی تلخیوں کو اختیار کرنا بلکہ اپنے ہاتھ سے تلخیاں پیدا کر لینا یہ وہ مرتبہ ہے کہ بجز صدیقوں کے کسی کو حاصل نہیں ہوسکتا۔یہی وہ عبادت ہے جسے ادا کرنے کے لئے انسان مامور اور جو شخص یہ عبادت بجالاتا ہے تب تو اس کے اس فعل پر خدا کی طرف سے بھی ایک فعل مترتب ہوتا ہے جس کا نام انعام ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے یعنی یہ دعا سکھلاتا ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم یعنی اے ہمارے خدا ہمیں اپنی سیدھی راہ دکھلا اُن لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا ہے اور اپنی خاص عنایات سے مخصوص فرمایا ہے۔حضرت احدیت میں یہ قاعدہ ہے کہ جب خدمت قبول ہوجاتی ہے تو اس پر ضرور کوئی انعام مترتب ہوتا ہے چنانچہ خوارق اور نشان جن کی دوسرے لوگ نظیر پیش نہیں کر سکتے یہ بھی خدا تعالیٰ کے انعام ہیں جو خاص بندوں پر ہوتے ہیں۔

اے گرفتار ہود ہمہ اوقات حیٰوۃ
با چنیں نفس سیہ چوں رسدت زدعونے
گرتو آں صدق بورزی کہ بورزید کلیم
عجبے نیست اگر غرق شود فرعونے

اب خلاصہ تمام کلام کا یہ ہے کہ کسی کو بجز درجہ ثالثہ کے پاک اور مطہر وحی کا انعام نہیں مل سکتا اور اس انعام کو پانے والے وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنی ہستی سے مر جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے ایک نئی زندگی پاتے ہیں اور اپنے نفس کے تمام تعلقات توڑ کر خدا تعالیٰ سے کامل تعلق پیدا کر لیتے ہیں۔تب ان کا وجود مظہر تجلیات الٰہیہ ہوجاتا ہے اور خدا ان سے محبت کرتا ہے اور وہ ہزار اپنے تئیں پوشیدہ کریں مگر خدا تعالیٰ ان کو ظاہر کرنا چاہتا ہے اور وہ نشان ان سے ظاہر ہوتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے۔دنیا ان کا کسی بات میں مقابلہ نہیں کر سکتی کیونکہ ہر ایک راہ میں خدا اُن کے ساتھ ہوتا ہے اور ہر ایک میدان میں خدا کا ہاتھ ان کو مدد دیتا ہے۔ہزار ہا نشان ان کی تائید اور نصرت میں ظاہر ہوتے ہیں اور ہر ایک جو ان کی دشمنی سے باز نہیں آتا۔آخر وہ بڑی ذلت کے ساتھ ہلاک کیا جاتا ہے کیونکہ خدا کے نزدیک ان کا دشمن خدا کا دشمن ہے۔خدا علیم ہے اور آہستگی سے کام کرتا ہے لیکن ہر ایک جو ان کی دشمنی سے باز نہیں آتا اور عمداً ایذا پر کمربستہ ہے خدا اس کے استیصال کے لئے ایسا حملہ کرتا ہے کہ جیسا ایک مادہ شیر (جبکہ کوئی اس کے بچہ کو مارنے کے لئے قصد کرے) غضب اور جوش کے ساتھ اس پر حملہ کرتی ہے اور نہیں چھوڑتی جب تک اس کو ٹکڑے ٹکڑے نہ کر دے۔خدا کے پیارے اور دوست ایسی مصیبتوں کے وقت میں ہی شناخت کئے جاتے ہیں۔جب کوئی ان کو دُکھ دینا چاہتا ہے اور اس ایذا پر اصرار کرتا ہے اور باز نہیں آتا تب خدا صاعقہ کی طرح اس پر گرتا ہے اور طوفان کی طرح اپنے غضب کے حلقہ میں اس کو لے لیتا ہے اور بہت جلد ظاہر کر دیتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ ہے۔جس طرح تم دیکھتے ہو کہ آفتاب کی روشنی اور کرم شب چراغ کی روشنی میں کوئی اشتباہ نہیں ہوسکتا اسی طرح وہ نور جو انکو دیا جاتا ہے اور وہ نشان جو ان کے لئے ظاہر کئے جاتے ہیں۔اور وہ روحانی

نعمتیں جوان کوعطا ہوتی ہیں ان کے ساتھ کسی کا اشتباہ واقع نہیں ہوسکتا اوران کی نظیر کسی فرد میں پائی نہیں جاتی۔ خدا اُن پر نازل ہوتا ہے اور خدا کا عرش اُن کا دل ہوجاتا ہے اور وہ ایک اور چیز بن جاتے ہیں جس کی تہہ تک دنیا نہیں پہنچ سکتی اور یہ سوال کہ کیوں خدا اُن سے ایسا تعلق پکڑتا ہے؟ اس کا یہ جواب ہے کہ خدا نے ان کی ایسی فطرت رکھی ہے کہ وہ ایک ایسے ظرف کی طرح ہے جو کسی قسم کی محبت سے خالی نہیں رہ سکتا اور خلا یعنی خالی رہنا اس میں محال ہے۔ پس جب کوئی ایسا دل ہوجاتا ہے کہ نفس کی محبت اور اس کی آرزوؤں اور دنیا کی محبت اور اس کی تمناؤں سے بالکل خالی ہوجاتا ہے اور سفلی محبتوں کی آلائشوں سے پاک ہوجاتا ہے تو ایسے دل کو جو غیر کی محبت سے خالی ہو چکا ہے خدا تعالیٰ تجلیات حسن وجمال کے ساتھ اپنی محبت سے پُر کردیتا ہے تب دنیا اس کی دشمنی کرتی ہے کیونکہ دنیا شیطان کے سایہ کے نیچے چلتی ہے۔ اس لئے وہ راستباز سے پیار نہیں کرسکتی مگر خدا اس کو ایک بچہ کی طرح اپنے کنار عاطفت میں لے لیتا ہے اور اس کے لئے ایسی ایسی طاقت الوہیت کے کام دکھلاتا ہے جس سے ہر ایک دیکھنے والے کی آنکھ کو چہرہ خدا کا نظر آتا ہے۔ پس اس کا وجود خدا نما ہوتا ہے جس سے پتہ لگتا ہے کہ خدا موجود ہے۔

اور یاد رہے کہ جیسا کہ تیسری قسم کے لوگوں کی خوابیں نہایت صاف ہوتی ہیں اور پیشگوئیاں ان کی تمام دنیا سے بڑھ کر صحیح نکلتی ہیں اور نیز وہ عظیم الشان امور کے متعلق ہوتی ہیں اور اس قدر ان کی کثرت ہوتی ہے کہ گویا ایک سمندر ہے۔ ایسا ہی ان کے معارف اور حقائق بھی کیفیت اور کمیت میں تمام بنی نوع انسان سے بڑھ کر ہوتے ہیں اور خدا کے کلام کے متعلق وہ معارف صحیحہ ان کو سوجھتے ہیں جو دوسروں کو نہیں سوجھ سکتے کیونکہ وہ روح القدس سے مدد پاتے ہیں اور جس طرح ان کو ایک زندہ دل دیا جاتا ہے اسی طرح ان کو ایک زبان عطا کی جاتی ہے اور ان کے معارف حال کے چشمہ میں سے نکلتے ہیں نہ محض قال کے گندے کیچڑ سے اور انسانی فطرت کی تمام عمدہ شاخیں اُن میں پائی جاتی ہیں اور اسی کے مقابل پر تمام قسم کی نصرت بھی ان کو عطا ہوتی ہے۔ اُن کے سینے کھولے جاتے ہیں اور ان کو خدا کی راہ میں ایک غیر معمولی شجاعت بخشی جاتی ہے وہ خدا کے لئے موت سے نہیں ڈرتے اور آگ میں جل جانے سے خوف نہیں کرتے۔ اُن کے دودھ سے ایک دنیا سیراب ہوتی ہے اور کمزور دل قوت پکڑتے ہیں۔ خدا کی رضا جوئی کے لئے اُن کے دل قربان ہوتے ہیں۔ وہ اسی کے ہوجاتے ہیں اسی لئے خدا ان کا ہوجاتا ہے اور جب وہ اپنے سارے دل سے خدا کی طرف جھکتے ہیں تو خدا اسی طرح ان کی طرف جھکتا ہے کہ ہر ایک کو پتہ لگ جاتا ہے کہ ہر میدان میں خدا ان کی پاسداری کرتا ہے۔ درحقیقت خدا کے لوگوں کو کوئی شناخت نہیں کرسکتا مگر وہی قادر خدا جس کی دلوں پر نظر ہے پس جس دل کو وہ دیکھتا ہے کہ سچ مچ اس کی طرف آگیا اس کے لئے عجیب عجیب کام دکھلاتا ہے اور اس کی مدد کے لئے ہر ایک راہ میں کھڑا ہوجاتا ہے وہ اس کے لئے وہ قدرتیں دکھلاتا ہے جو دنیا پر مخفی ہیں اور اس کے لئے ایسا غیرت مند ہوجاتا ہے کہ کوئی خویش اپنے خویش کے لئے ایسی غیرت دکھلا نہیں سکتا۔ اپنے علم میں سے اس کو علم دیتا ہے اور اپنی عقل میں سے اس کو عقل بخشتا ہے اور اس کو اپنے لئے ایسا محو کردیتا ہے کہ دوسرے عام لوگوں سے اس کے تعلقات قطع ہوجاتے ہیں۔ ایسے لوگ خدا کی محبت میں مر کر ایک نیا تولد پاتے ہیں اور فنا ہوکر ایک نئے وجود کے وارث بنتے ہیں۔ خدا ان کو غیروں کی آنکھ سے ایسا ہی پوشیدہ رکھتا ہے جیسا کہ وہ آپ پوشیدہ ہے مگر پھر بھی اپنے چہرہ کی چمک ان کے منہ پر ڈالتا ہے اور اپنا نور اُن کی پیشانی پر برساتا ہے جس سے وہ پوشیدہ نہیں رہ سکتے اور ان پر جب کوئی مصیبت آوے تو وہ اس سے پیچھے نہیں ہٹتے بلکہ آگے قدم بڑھاتے ہیں اور ان کا آج کا دن کل کے دن سے جو گذر گیا معرفت اور محبت میں زیادہ ہوتا ہے اور ہر ایک دم محبتانہ تعلق ان کا ترقی میں ہوا کرتا ہے اور ان کی شدت محبت اور توکل اور تقویٰ کی وجہ سے ان کی دعائیں رد نہیں ہوتیں۔ اور وہ ضائع نہیں کی جاتیں کیونکہ وہ خدا کی رضا جوئی میں گم ہوجاتے ہیں اور اپنی رضا ترک کردیتے ہیں اس لئے خدا بھی ان کی رضا جوئی کرتا ہے۔ وہ جہاں ہوتے ہیں دنیا اُن کو شناخت نہیں کرسکتی کیونکہ وہ دنیا سے بہت دور چلے جاتے ہیں اور ان کے بارے میں سرسری رائیں نکالنے والے ہلاک ہوجاتے ہیں۔ نہ دوست ان کی حقیقت تک پہنچ سکتا ہے نہ کوئی دشمن کیونکہ وہ احدیت کی چادر کے اندر مخفی ہوتے ہیں۔ کون ان کی پوری حقیقت جانتا ہے مگر وہی جس کے جذبات محبت میں وہ سرمست ہیں وہ ایک قوم ہے جو خدا نہیں مگر خدا سے ایک دم بھی الگ نہیں

۔وہ سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والے۔سب سے زیادہ خدا سے وفا کرنے والے۔سب سے زیادہ خدا کی راہ میں صدق اور استقامت دکھلانے والے۔ سب سے زیادہ خدا پر توکل کرنے والے۔سب سے زیادہ اپنے رب عزیز سے محبت کرنے والے ہیں اور تعلق باللہ میں ان کا اس جگہ تک قدم ہے جہاں تک انسانی نظریں نہیں پہنچتی۔اس لئے خدا ایک ایسی خارق عادت نصرت کے ساتھ ان کی طرف دوڑتا ہے کہ گویا وہ اور ہی خدا ہے اور وہ کام ان کے لئے دکھلاتا ہے کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی کسی غیر کے لئے اس نے دکھلائے نہیں۔''

(کتاب حقیقت الوحی صفحات 50 تا56)

کامل توحید صرف اور صرف نبی کامل کی پیروی سے ہی حاصل ہوسکتی ہے:

''۔۔۔۔وہ کامل توحید جو سرچشمہ نجات ہے بجز نبی کامل کی پیروی کے حاصل ہو ہی نہیں سکتی۔۔۔۔خدا کے رسول کو ماننا توحید کے ماننے کے لئے علت موجبہ کی طرح ہے اور ان کے باہمی ایسے تعلقات ہیں کہ ایک دوسرے سے جدا ہو ہی نہیں سکتے۔اور جو شخص بغیر پیروی رسول کے توحید کا دعویٰ کرتا ہے اس کے پاس صرف ایک خشک ہڈ ہے جس میں مغز نہیں اور اس کے ہاتھ میں محض ایک مردہ چراغ ہے جس میں روشنی نہیں ہے اور ایسا شخص کہ جو یہ خیال کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص خدا کو واحد لاشریک جانتا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانتا ہو۔وہ نجات پائے گا یقیناً سمجھو کہ اس کا دل مجزوم ہے اور وہ اندھا ہے اور اس کو توحید کی کچھ خبر نہیں کہ کیا چیز ہے اور ایسی توحید کے اقرار میں شیطان اس سے بہتر ہے کیونکہ اگرچہ شیطان عاصی ہے اور نافرمان ہے لیکن وہ اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ خدا موجود ہے مگر اس شخص کو توحید پر یقین بھی نہیں''۔(حاشیہ میں لکھا ہے کہ ''اگر کوئی کہے کہ جس حالت میں شیطان کو خدا تعالیٰ کی ہستی اور وحدانیت پر یقین ہے تو پھر وہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی کیوں کرتا ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی نافرمانی انسان کی نافرمانی کی طرح ہے بلکہ وہ اسی عادت پر انسان کی آزمائش کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور یہ ایک راز ہے جس کی تفصیل انسان کو نہیں دی گئی اور انسان کی خاصیت اکثر اور اغلب طور پر یہی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی نسبت علم حاصل کرنے سے ہدایت پالیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء ۔ہاں جو لوگ شیطانی سرشت رکھتے ہیں وہ اس قاعدے سے باہر ہیں۔'')

''اب خلاصہ کلام یہ کہ جو لوگ ایسا عقیدہ رکھتے ہیں کہ بغیر اس کے کہ کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔صرف توحید کے اقرار سے اس کی نجات ہو جائے گی ایسے لوگ پوشیدہ مرتد ہیں اور درحقیقت وہ اسلام کے دشمن ہیں اور اپنے لئے ارتداد کی ایک راہ نکالتے ہیں۔ان کی حمایت کرنا کسی دیندار کا کام نہیں۔افسوس کہ ہمارے مخالف مولوی اور اہل علم کہلانے کے ان لوگوں کی ایسی حرکات سے خوش ہوتے ہیں۔دراصل یہ بیچارے ہمیشہ اسی تلاش میں رہتے ہیں کہ کوئی سبب ایسا پیدا ہو جاوے کہ جس سے میری ذلت اور اہانت ہو۔ مگر اپنی بدقسمتی سے آخر نامراد ہی رہتے ہیں۔پہلے ان لوگوں نے میرے پر کفر کا فتویٰ تیار کیا اور قریباً دوسو مولوی نے اس پر مہریں لگائیں اور ہمیں کافر ٹھہرایا گیا اور ان فتوؤں میں یہاں تک تشدد کیا گیا کہ بعض علماء نے یہ بھی لکھا کہ یہ لوگ کفر میں یہود اور نصاریٰ سے بھی بدتر ہیں اور عام طور پر یہ بھی فتوے دیئے کہ ان لوگوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کرنا چاہیے اور ان لوگوں کے ساتھ سلام اور مصافحہ نہیں کرنا چاہیے اور ان کے پیچھے نماز درست نہیں۔کافر جو ہوئے بلکہ چاہیے کہ یہ لوگ مساجد میں داخل نہ ہونے پاویں کیونکہ کافر ہیں۔مسجدیں ان سے پلید ہو جاتی ہیں اور اگر وہ داخل ہو جائیں تو مسجد کو دھوڈالنا چاہیے اور ان کے مال کا چرانا درست ہے اور یہ لوگ واجب القتل ہیں کیونکہ مہدی خونی کے آنے سے انکاری اور جہاد سے منکر ہیں۔مگر باوجود ان فتوؤں کے ہمارا کیا بگڑا؟ جن دنوں میں یہ فتویٰ ملک میں شائع کیا گیا ان دنوں میں دس آدمی بھی میری بیعت میں نہ تھے مگر آج خدا تعالیٰ کے فضل سے تین لاکھ سے بھی زیادہ ہیں اور حق کے طالب بڑے زور سے اس جماعت میں داخل ہو رہے ہیں۔کیا مومنوں کے مقابل پر کافروں کی مدد خدا ایسی ہی کیا کرتا ہے۔پھر اس جھوٹ کو تو دیکھو کہ ہمارے ذمہ یہ الزام ہیں کہ گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمان اور کلمہ گو کو کافر ٹھہرایا حالانکہ ہماری طرف سے تکفیر میں کوئی سبقت نہیں ہوئی۔خود ہی ان کے علماء نے ہم پر کفر کے فتوے لکھے اور تمام پنجاب اور ہندوستان میں شور ڈالا کہ یہ لوگ کافر

ہیں اور نادان لوگ ان فتوؤں سے ایسے ہم سے متنفر ہوگئے کہ ہم سے سیدھے منہ سے کوئی نرم بات کرنا بھی ان کے نزدیک گناہ ہوگیا۔ کیا کوئی مولوی یا کوئی اور مخالف یا کوئی سجادہ نشین یہ ثبوت دے سکتا ہے کہ پہلے ہم نے ان لوگوں کو کافر ٹھہرایا تھا۔ اگر کوئی ایسا کاغذ یا اشتہار یا رسالہ ہماری طرف سے ان لوگوں کے فتوے کفر سے پہلے شائع ہوا ہے۔ جس میں ہم نے مخالف مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہو تو وہ پیش کریں ورنہ خود سوچ لیں کہ یہ کس قدر خیانت ہے کہ کافر تو ٹھہراویں آپ اور پھر ہم پر یہ الزام لگاویں کہ گویا ہم نے تمام مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہے۔ اس قدر خیانت اور جھوٹ اور خلاف واقعہ تہمت کس قدر دل آزار ہے۔ ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے اور پھر جبکہ ہمیں اپنے فتوؤں کے ذریعہ سے کافر ٹھہرا چکے اور آپ ہی اس بات کے قائل بھی ہوگئے کہ جو شخص مسلمان کو کافر کہے تو کفر اُلٹ کر اُسی پر پڑتا ہے تو اس صورت میں کیا ہمارا حق نہ تھا کہ بموجب انہی کے اقرار کے ہم ان کو کافر کہتے۔

غرض ان لوگوں نے چند روز تک اس جھوٹی خوشی سے اپنا دل خوش کرلیا کہ یہ لوگ کافر ہیں اور پھر وہ خوشی باسی ہوگئی اور خدا نے ہماری جماعت کو تمام ملک میں پھیلا دیا تو پھر کسی اور منصوبہ کی تلاش میں لگے۔

۔۔۔۔اب دیکھو کہ رسول سے قطع تعلق کرنے میں اس سے بڑھ کر اور کیا وعید ہوگا کہ خدائے عزوجل فرماتا ہے کہ جو شخص رسول کی نافرمانی کرے اس کے لئے دائمی جہنم کا وعدہ ہے مگر میاں عبدالحکیم کہتے ہیں کہ جو شخص نبی کریم کا مکذب اور نافرمان ہوا گر وہ توحید پر قائم ہو تو وہ بلاشبہ بہشت میں جائے گا۔ مجھے معلوم نہیں کہ ان کے پیٹ میں کس قسم کی توحید ہے کہ باوجود نبی کریم کی مخالفت اور نافرمانی کے جو توحید کا سرچشمہ ہے بہشت تک پہنچا سکتی ہے۔ لعنت اللّٰہ علی الکاذبین ۔۔۔۔۔ ''قولہ تعالیٰ اُن کو کہہ کہ اگر خدا سے تم محبت کرتے ہو پس آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت کرے اور تمہارے گناہ بخشے اور خدا غفور و رحیم ہے ان کو کہہ کہ خدا اور رسول کی اطاعت کرو پس اگر وہ اطاعت سے منہ پھیر لیں تو خدا کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔'' (سورۃ آل عمران)

ان آیات سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ گناہوں کی مغفرت اور خدا تعالیٰ کا پیار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے وابستہ ہے اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے وہ کافر ہیں۔ قولہ تعالیٰ ۔۔۔۔۔ یعنی ہر ایک نبی ہم نے اس لئے بھیجا ہے کہ تا خدا کے حکم سے اس کی اطاعت کی جاوے۔ اب ظاہر ہے کہ جبکہ بہ منشاء اس آیت کے نبی واجب اطاعت ہے۔ پس جو شخص نبی کی اطاعت سے باہر ہو وہ کیونکر نجات پا سکتا ہے۔'' (کتاب حقیقت الوحی صفحات ۱۱۸ تا ۱۲۱، ۱۲۶، ۱۲۷)

۔۔۔پس اس میں شک نہیں کہ توحید اور خدادانی کے متاع رسول کے دامن سے ہی دنیا کو ملتی ہے بغیر اس کے ہرگز نہیں مل سکتی اور اس امر میں سب سے اعلیٰ نمونہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا کہ ایک قوم جو نجاست پر بیٹھی ہوئی تھی ان کو نجاست سے اُٹھا کر گلزار میں پہنچا دیا اور وہ جو رُوحانی بھوک اور پیاس سے مرنے لگے تھے۔ اُن کے آگے روحانی اعلیٰ درجہ کی غذائیں اور شیریں شربت رکھ دیئے۔ ان کو وحشیانہ حالت سے انسان بنایا۔ پھر معمولی انسان سے مہذب انسان بنایا پھر مہذب انسان سے کامل انسان بنایا اور اس قدر ان کے لئے نشان ظاہر کئے کہ ان کو خدا دکھلا دیا اور اُن میں ایسی تبدیلی پیدا کردی کہ انہوں نے فرشتوں سے ہاتھ جا ملائے یہ تاثیر کسی اور نبی سے اپنی اُمت کی نسبت ظہور میں نہ آئی کیونکہ ان کے صحبت یاب ناقص رہے۔ پس میں ہمیشہ تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمد ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہاء معلوم نہیں ہوسکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں'' (یہ عجیب بات ہے کہ دنیا ختم ہونے کو ہے مگر اس کامل نبی کے فیضان کی شعاعیں اب تک ختم نہیں ہوئیں۔ اگر خدا کا کلام قرآن شریف مانع نہ ہوتا تو فقط یہی نبی تھا جس کی نسبت ہم کہہ سکتے تھے کہ وہ اب تک مع جسم عنصری زندہ آسمان پر موجود ہے کیونکہ ہم اس کی زندگی کے صریح آثار پاتے ہیں۔ اس کا دین زندہ ہے۔ اس کی پیروی کرنے والا زندہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ زندہ خدا مل جاتا ہے۔ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ خدا اُس اور اس کے دین سے اور اس کے محبّ سے محبت کرتا ہے اور یاد رہے کہ درحقیقت وہ زندہ ہے اور آسمان پر سب سے اُس کا مقام برتر ہے لیکن یہ جسم عنصری جو فانی ہے۔ یہ نہیں ہے بلکہ ایک اور نورانی جسم کے ساتھ جو لازوال ہے۔ اپنے خدا مقتدر کے پاس آسمان پر ہے۔) (حاشیہ صفحہ 115)

لائے۔ ہاں یوں کہو کہ ہم نے اطاعت اختیار کرلی ہے اور ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ پس جبکہ خدا اطاعت کرنے والوں کا نام مومن نہیں رکھتا پھر وہ لوگ خدا کے نزدیک کیونکر مومن ہوسکتے ہیں جو کھلے کھلے طور پر خدا کے کلام کی تکذیب کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے ہزار ہا نشان دیکھ کر جو زمین اور آسمان میں ظاہر ہوئے پھر بھی میری تکذیب سے باز نہیں آتے۔ وہ خود اس بات کا اقرار رکھتے ہیں کہ اگر میں مفتری نہیں اور مومن ہوں تو اس صورت میں وہ میری تکذیب اور تکفیر کے بعد کافر ہوئے اور مجھے کافر ٹھہرا کر اپنے کفر پر مہر لگا دی۔ یہ ایک شریعت کا مسئلہ ہے کہ مومن کو کافر کہنے والا آخر کافر ہو جاتا ہے۔ پھر جبکہ قریباً دوسو مولوی نے مجھے کافر ٹھہرایا اور میرے پر کفر کا فتویٰ لکھا گیا اور انہیں کے فتوے سے یہ بات ثابت ہے کہ مومن کو کافر کہنے والا کافر ہو جاتا ہے اور کافر کو مومن کہنے والا بھی کافر ہو جاتا ہے تو اب اس بات کا سہل علاج ہے کہ اگر دوسرے لوگوں میں تخم دیانت اور ایمان ہے اور وہ منافق نہیں ہیں تو ان کو چاہیے کہ ان مولویوں کے بارے میں ایک لمبا اشتہار ہر ایک مولوی کے نام کی تصریح سے شائع کردیں کہ یہ سب کافر ہیں کیونکہ انہوں نے ایک مسلمان کو کافر بنایا تب میں ان کو مسلمان سمجھ لوں گا بشرطیکہ ان میں کوئی نفاق کا شبہ نہ پایا جاوے اور خدا کے کھلے کھلے معجزات کے مکذب نہ ہوں ورنہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار یعنی منافق دوزخ کے نیچے کے طبقے میں ڈالے جائیں گے اور حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ ماز نازان وھو مومن۔ وما سرق سارق وھو مومن یعنی کوئی زانی زنا کی حالت میں اور کوئی چور چوری کی حالت میں مومن نہیں ہوتا۔ پھر منافق نفاق کی حالت میں کیونکر مومن ہوسکتا ہے اگر یہ مسئلہ صحیح نہیں ہے کہ کسی کو کافر کہنے سے انسان خود کافر ہو جاتا ہے تو اپنے مولویوں کا فتویٰ مجھے دکھلاویں میں قبول کرلوں گا اور اگر کافر ہو جاتا ہے تو دوسو مولوی کے کفر کی نسبت نام بنام ایک اشتہار شائع کردیں بعد اسکے حرام ہوگا کہ میں ان کے اسلام میں شک کروں بشرطیکہ کوئی نفاق کی سیرۃ اُن میں نہ پائی جائے'' (جیسا کہ میں نے بیان کیا کافر کو مومن قرار دینے سے انسان کافر ہو جاتا ہے کیونکہ جو شخص درحقیقت کافر ہے وہ اس کے کفر کی نفی کرتا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ کس قدر لوگ میرے پر ایمان نہیں لاتے وہ سب کے سب ایسے ہیں کہ ان تمام لوگوں کو وہ مومن جانتے ہیں جنہوں نے مجھے کافر ٹھہرایا ہے۔ پس میں اب بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا لیکن جن میں خود انہیں کے ہاتھ سے ان کی وجہ کفر کی پیدا ہوگئی۔ ان کو کیونکر مومن کہہ سکتا ہوں'' حاشیہ صفحہ 165) (کتاب حقیقت الوحی صفحات ۱۶۳۔۱۶۴۔۱۶۵)

مسیح موعود کا تکفیر المسلمین کے بارے میں

ان کا اپنا عقیدہ اور دعویٰ

''بالآخر ہم اس خاتمہ میں چند اور ضروریہ بیان کر کے اس رسالہ کو ختم کرتے ہیں۔ ان منجملہ ایک یہ کہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان اپنے رسالہ المسیح الدجال وغیرہ میں میرے پر یہ الزام لگاتا ہے کہ گویا میں نے اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ جو شخص میرے پر ایمان نہیں لائے گا گو وہ میرے نام سے بھی بے خبر ہوگا اور گو وہ ایسے ملک میں ہوگا جہاں تک میری دعوت نہیں پہنچی تب وہ کافر ہو جائے گا اور دوزخ میں پڑے گا۔ یہ ڈاکٹر مذکور کا سراسر افتراء ہے میں نے کسی کتاب یا کسی اشتہار میں ایسا نہیں لکھا اس پر فرض ہے کہ وہ ایسی کوئی میری کتاب پیش کرے جس میں یہ لکھا ہے۔ یاد رہے کہ اس نے محض چالاکی سے جیسا کہ اس کی عادت ہے یہ افتراء میرے پر کیا ہے۔ یہ تو ایسا امر ہے کہ بداہت کوئی عقل اس کو قبول نہیں کرسکتی۔ جو شخص بکلی نام سے بھی بے خبر ہے اس پر مواخذہ کیونکر ہوسکتا ہے؟ ہاں میں یہ کہتا ہوں کہ چونکہ میں مسیح موعود ہوں اور خدا نے عام طور پر میرے لئے آسمان سے نشان ظاہر کئے ہیں۔ پس جس شخص پر میرے مسیح موعودؑ ہونے کے بارہ میں خدا کے نزدیک اتمام حجت ہو چکا ہے اور میری دعوت پر وہ اطلاع پا چکا ہے وہ قابل مواخذہ ہوگا کیونکہ خدا کے فرستادوں سے دانستہ منہ پھیرنا ایسا امر نہیں ہے کہ اس پر کوئی گرفت نہ ہو اس گناہ کا دادخواہ میں نہیں ہوں بلکہ ایک ہی ہے جس کی تائید کے لئے میں بھیجا گیا ہوں یعنی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ میرا نہیں بلکہ اس کا نافرمان ہے جس نے میرے آنے کی پیشگوئی کی۔'' (کتاب حقیقت الوحی ص178)

☆☆☆☆

افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذریت شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافر نعمت ہوں گے۔ اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اس کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے۔ اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اسی وقت تک ہم منور رہ سکتے ہیں جب کہ ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں''۔ (کتاب حقیقت الوحی صفحات115-116)

سوال

''حضور عالی نے ہزاروں جگہ تحریر فرمایا ہے کہ کلمہ گو اور اہل قبلہ کو کافر کہنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ علاوہ ان مومنوں کے جو آپ کی تکفیر کر کے کافر بن جائیں۔ صرف آپ کے نہ ماننے سے کوئی کافر نہیں ہو سکتا لیکن عبدالحکیم خان کو آپ لکھتے ہیں کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔ اس بیان اور پہلی کتابوں کے بیان میں تناقض ہے یعنی پہلے آپ تریاق القلوب وغیرہ میں لکھ چکے ہیں کہ میرے نہ ماننے سے کوئی کافر نہیں ہوتا۔ اور اب آپ لکھتے ہیں کہ میرے انکار سے کافر ہو جاتا ہے۔

الجواب۔ یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں حالانکہ خدا کے نزدیک ایک ہی قسم ہے کیونکہ جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا پر افتراء کرنے والا سب کافروں سے بڑھ کر کافر ہے جیسا کہ فرماتا ہے فمن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذباً او کذب بایاتہ یعنی بڑے کافر دو ہی ہیں ایک خدا پر افتراء کرنے والا''

(ظالم سے مراد اس جگہ کافر ہے۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ مفتری کے مقابل پر مکذب کتاب اللہ کو ظالم ٹھہرایا ہے اور بلاشبہ وہ شخص جو خدا تعالیٰ کے کلام کی تکذیب کرتا ہے۔ کافر ہے۔ سو جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ مجھے مفتری قرار دے کر مجھے کافر ٹھہراتا ہے اس تکفیر کی وجہ سے آپ کافر بنتا ہے) (حاشیہ صفحہ163)

''دوسرا خدا کے کلام کی تکذیب کرنے والا پس جبکہ میں نے ایک مکذب کے نزدیک خدا پر افترا کیا ہے اس صورت میں نہ صرف کافر بلکہ بڑا کافر ہوا اور اگر میں مفتری نہیں تو بلاشبہ وہ کفر اس پر پڑے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خود فرمایا ہے۔ علاوہ اس کے جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیشگوئی موجود ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ آخری زمانہ میں میری اُمت میں سے ہی مسیح موعود آئے گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی خبر دی تھی کہ میں معراج کی رات مسیح ابن مریم کو اُن نبیوں میں دیکھ آیا ہوں جو اس دنیا سے گذر گئے ہیں اور یحییٰ شہید کے پاس دوسرے آسمان میں اُن کو دیکھا ہے اور خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں خبر دی کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے اور خدا نے میری سچائی کی گواہی کے لئے تین لاکھ سے زیادہ آسمانی نشان ظاہر کئے اور آسمان پر کسوف و خسوف رمضان میں ہوا۔ اب جو شخص خدا اور رسول کے بیان کو نہیں مانتا اور قرآن کی تکذیب کرتا ہے اور عملاً خدا تعالیٰ کے نشانوں کو رد(کرتا ہے اور مجھ کو باوجود صدہا نشانوں کے مفتری ٹھہراتا ہے تو وہ مومن کیونکر ہو سکتا ہے اور اگر وہ مومن ہے تو میں بوجہ افتراء کرنے کے کافر ٹھہرا کیونکہ میں اُن کی نظر میں مفتری ہوں اور اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے قالت الاعراب امنا . قل لم تومنو ولکن قولو ا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم ۔یعنی عرب کے دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ان سے کہہ دو کہ تم ایمان نہیں

کھاری خیالات کو دور کرنے کے لئے دلوں کو "لا الہ الا اللہ" کے میٹھے پانی سے سیراب کریں

اکرام جہانگیری (امریکہ)

آپ کا ہے بگا ہے ریڈیو، ٹیلی ویژن یا انٹرنیٹ پر خبریں سنتے یا پڑھتے ہوں تو کچھ دن پہلے کی بات ہے میں پڑھ رہا تھا کہ کیلیفورنیا کے اندر Department of Conservation of resources کے تحت بائیس ہزار کنوئیں ہیں جن کا مقصد زمین سے پانی نکالنا نہیں بلکہ زمین کے اندر پانی ڈالنا ہے۔ یعنی ان کنوؤں کو بنانے کی غرض یہ ہے کہ زمین میں پانی ڈالا جائے اور خاص طور پر یہ آپ کو Orange County Los Angeles کے Area میں ملیں گے۔ اگر ان کنوؤں کے ذریعہ میٹھا پانی (Fresh Water) نہیں ڈالا جاتا تو مسئلہ یہ پیدا ہوجاتا ہے کہ استعمال کے لئے جو پانی نکالتے ہیں تو اس کی وجہ سے جو Vacuum نکلے گا تو Sea water آپ کے underground Aquifers میں آجائے گا۔ یعنی زیرزمین پانی کے اندر sea water یعنی salt water آجائے گا۔

اب اس sea water کو دور رکھنے کے لئے زبردستی ان کنوؤں کے ذریعہ زمین میں پانی ڈالا جاتا ہے۔ اور یہ وہی پانی ہے جیسا پاکستان میں پنجاب کے ٹیوب ویل سے نکالا جاتا ہے۔ اس پانی کو واپس زمین میں ڈالا جاتا ہے۔ کیوں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ sea water آپ کے آبی ذخائر میں نہ آجائے۔ یہ کہنے کو تو ایک خبر ہے لیکن اگر آپ اس کو قرآن کی روشنی میں دیکھیں تو اس میں ہمارے لئے بہت بڑا پیغام ہے۔ یہ ایک physical example ہے spiritual example کے لئے کہ اگر دلوں میں اور روح میں لا الہ الا اللہ کا پانی مڑمڑ کر نہ ڈالا جائے تو کھاری خیالات جو اس کی روح کے ساتھ incompatible ہیں وہ اندر آنا شروع ہوجاتے ہیں۔

سوسائٹی کے اندر انسان رہتا ہے اگر انسان کو Mars پر بھیج دیں اور وہ وہاں اکیلا ہو تو اس کے دائیں بائیں نہ لالچ ہوگی، نہ حسد ہوگا، نہ نفرت ہوگی، نہ لڑائی ہوگی، نہ جنگ ہوگی، یعنی سوسائٹی میں جب انسان رہتا ہے تو باہر کی جو برائیاں ہیں جس میں کچھ انسان کا اپنا contribution بھی ہوتا ہے وہ برائیاں انسان کے اندر آنا شروع ہوجاتی ہیں۔ اسی طرح جس طرح سمندر کا پانی ذخائر میں داخل ہونا شروع ہوجاتا ہے اس کو پیچھے دھکیلنے کے لئے میٹھا پانی ڈالنا پڑتا ہے۔ اسی طرح روحانی طور پر ان برائیوں کو دل سے دور رکھنے کے لئے لا الہ الا اللہ کا شفاف پانی دل میں ڈالنا پڑتا ہے۔ اور لا الہ الا اللہ ایسا سرچشمہ ہے جس سے ہر اچھی چیز downstream وہاں سے نکلتی ہے اور یہ نہ صرف Spiritual hygiene ہے بلکہ ہر طرح کی hygiene اس کے اندر چھپی ہوئی ہے۔ جسمانی hygiene ہے، روحانی hygiene ہے، economic hygiene ہے social hygiene ہے اور ایک good citizen کی hygiene ہے good governance hygiene ہے۔ financial system کی hygiene ہے۔ banking system کی hygiene ہے۔ Rules of warfare کی hygiene ہے۔ یہ تمام قسم کی hygiene اسی وقت ہمارے لئے hygiene ہوسکتی ہیں جس وقت کہ ہمارے اندر بنیاد لا الہ الا اللہ ہو اور پھر اس کے بعد لا الہ الا اللہ کو سمجھنے کے لئے جو پہلی کتاب سامنے آتی ہے وہ کونسی ہے۔ وہ قرآن مجید ہے۔ وہ کوئی تفسیر یا کوئی حدیث نہیں۔ اس لئے لا الہ الا اللہ کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلے قرآن کو پڑھیں باقی ساری چیزیں

اس کے بعد ہیں ۔ یہ قرآن خدا کا بیان ہے ۔ اس کی سوچ ہے نہ صرف سوچ ہے بلکہ میں اس کو اور وسیع تناظر میں بیان کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ یہ ہر مسلمان پر خدا کی نازل کردہ وحی ہے اور وحی کی اعلیٰ صورت یعنی وحی نبوت کی شکل میں اللہ تعالیٰ کا پیغام اور اس کی سوچ ہے ۔ اس لئے ضرورت ہے کہ اس قرآن کو پڑھا جائے ۔ آج کل تو سہولت ہوگئی ہے کہ پڑھنے کے علاوہ اس کو سن بھی سکتے ہیں ۔ اس کو پڑھا جائے اور اس کو سنا جائے اور جب آپ اس کو ایک بار، دوبار اور کئی بار پڑھیں گے تو آپ دیکھیں گے کہ اس کے اندر جو dots ہیں وہ connect ہونا شروع ہوجائیں گے ۔ suddenly آپ کے دماغ میں خود بخود اس کی تفسیر ہونا شروع ہوجائے گی یعنی آپ جتنی مرتبہ اس کو پڑھیں گے اور خدا کی اس وحی سے جتنا direct interect کریں گے آپ کے ذہن میں خاکے بننا شروع ہوجائیں گے اور چیزیں سمجھ آنا شروع ہوجائیں گی ۔ اس کے بعد احادیث پڑھیں جو قرآن کی وضاحت کرتی ہوں اسی طرح تفاسیر پڑھیں جو قرآن کی توضیح کرتی ہوں ۔

discussions کریں جو قرآن کو explain کرتی ہوں ۔ یہ نہ ہو کہ پہلے حدیث، تفسیر وغیرہ پڑھیں اور بعد میں قرآن پڑھیں ۔ پہلے قرآن کو پڑھیں اور پھر کسی اور چیز کو ۔ آپ کو خود ہی اندازہ ہوجائے گا کہ کہاں کہاں آپ کو کس چیز کی ضرورت ہے ۔

اس زمرہ میں کہ سب سے پہلے انسان کے اندر جو بنیادی سوچ ہے وہ خدا کی ہونی چاہیے اور اس کی خصوصیات کی ہونی چاہیے اور اس کے اسمائے حسنیٰ یعنی اس کے ناموں کی ہونی چاہیے ۔ ritual میں تو لوگ ان کا ورد وغیرہ کرتے ہیں وہ کسی حد تک ٹھیک ہے لیکن اگر اس ورد کو اس سوچ سے دیکھیں کہ اگر خدا کی صفت رحمانیت ہے تو قرآن رحمانیت کے بارے میں کیا کہتا ہے ۔ رحمیت، قہاریت، جباریت سب کی خود تفصیل بن جاتا ہے اور اگر میرے سے کوئی پوچھے میری ناقص رائے ہے اور میرا ذاتی ایمان ہے کہ قرآن خود تفسیر ہے لا الہ الا اللہ کی کیونکہ یہ fundamental چیز ہے ۔ ایک مسلمان کے لئے جو خدا کو سمجھنا چاہتا ہے ۔ ایک دفعہ جب خدا اور اس کے تصور کی سمجھ آنا شروع ہوجائے تو پھر اس کی working example رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے ۔ اس ذات کو دیکھیں تو اس ذات کے اندر ایک ہی چیز ہے لا الہ الا اللہ

وہ کس طرح کہ میرے ذہن میں سورۃ النور کی آیت نمبر 35 تا 38 آرہی ہے اس میں اللہ محاورۃً اپنے بارے میں کہہ رہا ہے:

ترجمہ: ''اللہ آسمانوں اور زمین کا روشن کرنے والا ہے ۔ اس کے نور کی مثال (ایسی ہے) جیسے ایک طاق میں ایک چراغ ہے چراغ ایک شیشہ میں ہے، شیشہ گویا کہ ایک چمکتا ہوا تارہ ہے (چراغ) ایک بابرکت زیتون کے درخت سے روشن ہورہا ہے جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی، قریب ہے کہ اس کا تیل روشنی دے، گو اسے آگ بھی نہ چھوئے، روشنی پر روشنی ہے اللہ اپنے نور کے لئے جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے ۔

یہ نور ان گھروں میں ہے جو اللہ نے حکم دیا ہے کہ بلند کیے جائیں اور ان میں اس کا نام یاد کیا جائے ان میں اس کی تسبیح صبح اور شام کے وقتوں میں کرتے رہتے ہیں ۔

(ایسے) لوگ جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کرتی ۔ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں اُلٹ جائیں گے ۔

تا کہ اللہ انہیں اس کا بہترین بدلہ دے جو وہ کرتے ہیں اور اپنے فضل سے انہیں زیادہ دے اور اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے'' ۔

یہ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کیا کہہ رہا ہے اپنے بارے میں کہ میں روشنی ہوں اور روشنی کا منبع ہوں جس کو کسی بیرونی روشنی کی ضرورت نہیں ۔ اللہ کی روشنی کو

دلوں میں جلانے کے لئے کسی ماچس کی ضرورت نہیں بلکہ اس میں ایک پیشگوئی بھی ہے کہ اللہ کی روشنی صحابہ کے گھروں میں اور پھر وہاں سے پوری دنیا میں جائے گی۔ مشرق و مغرب ہر جگہ اس روشنی کا اجالا ہوگا۔ یہ بات تو ایک بڑے context میں ہے اگر اس کو ذاتی context میں لیں تو اللہ کی روشنی کو اپنے دل میں روشن کریں تو یہ روشنی آپ کی ذات سے نکل کر آپ کے گھر میں بھی جلے گی اور پھر اس کے بعد خدا کی برکات جو اگلی آیات میں ہیں وہ آپ پر آئیں گی اور آپ کے گھروں میں آئیں گی۔ وہ برکات کس طرح ہوتی ہیں اس کے متعلق خدا کہتا ہے کہ جس کو میں دیتا ہوں تو پھر لا تعداد دیتا ہوں لیکن خدا تعالیٰ کی برکات ہر ایک شخص کی استطاعت کے مطابق اس پر ہوتی ہیں جیسا کہ اس کمرہ میں موجود کرسی کو ایک بچہ تو نہیں اٹھا سکتا لیکن ایک بڑا با آسانی اس کو اٹھا سکتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں حساب سے دیتا ہوں۔ مجھے اپنے حساب کی خبر ہے۔ اگر میری Billions Dollars کی Lottery نکل آئے تو میں اسے handle نہیں کر سکتا میں نقصان میں چلا جاؤں گا۔ اس لئے خدا مجھے نہیں دے گا۔ with that in mind یہ ہے کہ خدا کے نام کو سوچیں اور اسے دلوں میں رکھیں اور ان سب چیزوں کا منبع قرآن مجید ہے۔

قرآن مجید سے خدا کو سمجھنا بڑا ضروری ہے ورنہ تخیلاتی خدا بن جاتے ہیں جو آپ کو دوسرے مذاہب میں ملتے ہیں۔

پھر اس کے بعد سوال یہ ہے کہ کتنی Practical Example ہے۔ اللہ کی ذات کو سمجھنے کے لئے تو وہ رسول کریم صلعم کی ذات ہے، ان کی سیرت اور ان کی احادیث مبارکہ ہیں۔ پھر اس کے بعد مجدد آجاتے ہیں جو اسی بات کو آگے لے کر چلتے ہیں۔ پھر مجدد کے ساتھ جو حواری ہوتے ہیں مولانا محمد علیؒ اور کمال الدینؒ اور مولانا نور الدینؒ جیسے لوگ وہ انہی باتوں کو کرتے ہیں۔ لے دے کر ایک ہی ہے The only game in town وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس چیز کو سمجھیں تو پھر وہ برکات آپ پر ہوں گی اور ہونی چاہئیں اور یہ قرآن کے لفظ ہیں میرے لفظ نہیں

یہ برکات آپ پر ہونی چاہئیں، آپ کے خاندان پر ہونی چاہئیں اور آپ کے اردگرد جس جگہ آپ رہتے ہیں وہاں پر ہونی چاہئیں۔ بس اس دیے کی روشنی کو دلوں میں رکھنے کی دیر ہے۔

اب پھر سے پہلی بات کو دہراؤں کہ جو اُلٹے Tube well لگائے ہوئے ہیں California میں کھاری پانی کو باہر رکھنے کے لئے۔ آپ بھی دلوں میں خدا کی ذات کو اندر گھسائیں تا کہ وہ جو کھاری خیالات ہیں وہ آپ کے جسم، ذہن اور روح سے دور رہ سکیں۔ جن میں لالچ، طمع، نفرت، جسمانی غلاظت، خیالاتی غلاظت، حسد، غیبت وغیرہ وغیرہ، بے تحاشا برائیاں ہیں دنیا میں جو کہ انسان کے اندر سرائیت کر جاتی ہیں۔ ان کو باہر نکالنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ان کو replace کریں خدا کی ذات سے اور اس کی شروعات کس سے ہوتی ہے۔ لا الہ الا اللہ'' سے اور اتنا ہی میں کہنا چاہتا ہوں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اسی process کا حصہ ہے خدا کی ذات کو اپنے اندر ڈالنے کے لئے۔

☆☆☆☆

قسط دوم

معاشرتی معاملات اور حقوق العباد کے متعلق تعلیماتِ اسلام

لیکچر احمد شجاع صاحب، برموقع سالانہ تربیتی کورس 2018ء

پچھلے لیکچر میں ہم نے والدین کے حقوق پر بات کی تھی۔ میرا خیال ہے کہ آپ سب نے بخوبی اس موضوع کو سمجھ لیا ہوگا اور آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے احکامات سننے کے بعد یہ جذبہ بھی پیدا ہوا ہوگا کہ آپ اپنے آپ سے یہ عہد و پیماں کریں کہ آپ اپنے اندر ایک مثبت تبدیلی پیدا کریں گے۔ ہم سب پر لازم ہے کہ ہم میں سے ہر ایک بڑا ہو یا چھوٹا اپنا محاسبہ کرتا رہے کہ کیا ہم واقعی اللہ کے حکموں کی پاسداری کر رہے ہیں یا نہیں۔

اللہ پاک نے ہر انسان کے اندر Inbuilt self energy system رکھ دیا ہے جسے consciousness یا ضمیر کہتے ہیں۔ یہ ضمیر ہر لحظہ ہماری رہنمائی پر معمور ہے اور ہمیں برائی پر روکتا اور تنبیہہ کرتا ہے کہ یہ کام نہ کرو یہ کام غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اتنا زبردست نظام انسان کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے اس کے اندر رکھ دیا ہے کہ اگر انسان اس ضمیر کی آواز پر کان دھرے تو دینوی اور اُخروی فلاح کو پانے سے کوئی چیز اسے نہیں روک سکتی۔ لیکن اگر انسان ضمیر کی آواز کو رد کر دے تو وہ سیدھی راہ کو گم کر بیٹھتا ہے۔

انسان کی دوسری مخلوقات پر فضیلت اور اس کا اشرف المخلوقات ہونا اسی بنا پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو قوتِ آخذہ، قوت متخیلہ اور قوت ارادی جیسی اضافی صلاحیتوں سے آراستہ کیا ہے۔ یعنی وہ سوچ، سمجھ کر اور غور کر کے کسی بھی چیز کو اختیار کرنے کی آزادی رکھتا ہے۔ اسی طرح قوت ارادی بھی انسان کے اندر ایسی چیز ہے جو اس کو دوسری مخلوقات سے متفرق اور ممتاز بناتی ہے۔ یہ تمام قوتیں جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نوازا ہے اور دوسری مخلوقات کو ان سے حصہ نہیں دیا اس پر آپ کو خدا تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں اس کی ہدایت کے لئے اس کے اندر Inbuilt system رکھ کر اس کی فلاح کی راہ ہموار کی اسی طرح وحی کے ذریعہ سے بیرونی طور پر فلاح کا راستہ بتا دیا۔ یعنی یہ بتا دیا کہ فلاح کے لئے صراط مستقیم کیا ہے اور وہ ٹیڑھی راہیں کونسی ہیں جن پر چل کر آپ ناکامی اور نامرادی کی گھاٹی کی جانب سفر کرنے والے بن جاتے ہیں۔

اب انسان کو چاہیے کہ اپنی عقل وفہم اور ضمیر کی مدد سے اللہ کی نازل کردہ وحی اور اس کی سب سے اعلیٰ وارفع صورت قرآن مجید کی تعلیمات پر غور کریں، عمل کریں اور کامیاب ہو جائیں۔ اگر کوئی اس کے مطابق عمل نہیں کرتا تو وہ صراط المستقیم سے ہٹ جائے گا اور صراط المستقیم سے ہٹنا تباہی، بربادی اور ناکامی و نامرادی کی طرف دوڑنا ہے۔

پچھلے لیکچر میں جیسے ہم نے حقوق والدین کی بات کی تھی اسی طرح اس لیکچر میں ہم اولاد کے حقوق پر بات کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک طبقہ پر جہاں کچھ ذمہ داریاں اور فرائض عائد کئے ہیں وہاں اس کے حقوق بھی مقرر کیے ہیں لیکن بعض چیزیں اللہ تعالیٰ نے فطرت انسانی میں رکھ دی ہیں ان کے لئے حکم یا تحریص و تحریک کی ضرورت اس قدر نہیں ہوتی جس قدر دوسرے معاملات میں ہوتی ہے۔ اس لئے جس تاکید اور زور کے ساتھ والدین کے حقوق پورے کرنے کی طرف انسان کی توجہ اسلام نے دلائی ہے اس قوت کے ساتھ اولاد کے حقوق پر زور نہیں دیا اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ انسان کی فطرت میں اولاد کی محبت اور اُنسیت رکھ دی گئی ہے۔ انسان بغیر کسی لالچ اور مطلب کے اپنی دلی محبت اور قلبی وابستگی سے اولاد کی دیکھ بھال کرتا اور ان کے لئے اپنی جان تک کی بازی لگانے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ لیکن اولاد اکثر والدین کے حقوق کی ادائیگی سے پہلو تہی اختیار کرتی ہے۔ اس لئے اسلام نے والدین کے حقوق کی ادائیگی پر بہت زور دیا ہے۔ لیکن ایسا بھی نہیں کہ اسلام نے اولاد کے حقوق مقرر ہی نہیں فرمائے۔ اسلام نے ہر طبقہ

کے حقوق وفرائض کی وضاحت فرمائی ہے۔اس لئے جس طرح حقوق والدین کو واضح کیا گیا اسی طرح اولاد کے حقوق کی بھی وضاحت کی گئی۔ والدین پر بھی یہ فرضیت عائد ہوتی ہے کہ اولاد کے جائز حقوق کی نگہداشت کریں اور جائز اور حلال ذرائع سے ان کی پرورش اور ان کی ضروریات زندگی جو وہ پوری کر سکتے ہیں کریں۔

ہر انسان اپنے فرائض کی بجا آوری اور دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کرنا شروع کر دے تو معاشرہ جنت کا نمونہ پیش کرنے لگ جائے۔اسی طرح جس گھر میں گھر کے تمام افراد حقوق وفرائض کی جانب توجہ کریں تو وہ گھر جنت بن جاتا ہے اور اس کے رہنے والے جنت کا نظارہ اسی دنیا میں کر لیتے ہیں۔دراصل جنت اسی دنیا سے شروع ہو جاتی جو اطمینان قلب کی صورت میں اس دنیا میں ملتی ہے۔انسان ذہنی و قلبی سکون کو حاصل کرنے والا ہو جاتا ہے اگر وہ اپنی ذمہ داریوں کو پوری طرح ادا کرنے والا ہوا اور اسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے نام سے تعبیر کیا ہے۔

جیسا کہ آپ کو بتایا کہ جس طرح والدین کے اولاد پر حقوق ہیں اسی طرح اولاد کے بھی کچھ حقوق ہیں جنہیں والدین کو ادا کرنا ضروری۔جس کے بغیر ایک صحت مند معاشرہ کی بنیاد رکھنا مشکل ہے۔

اولاد کی پرورش اور حفاظت، والدین کا اولین فریضہ ہے۔والدین اولاد کو خدائی عطیہ سمجھیں اور ان کی پرورش میں کسی قسم کی گنجائش نہ چھوڑیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کو جو صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں ان کو استعمال کرتے ہوئے اپنے بچوں کے لیے جو کر سکتے ہیں کریں۔اولاد کی حفاظت اور پرورش کرنا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا سبب ہے۔صرف بچوں کی ہی ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ بڑوں کی Respect کریں، اچھے بچے بنیں بلکہ ماں باپ کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کا خیال رکھیں اور اچھے ماں باپ ثابت ہوں۔

نبی کریمؐ نے فرمایا:''جو شخص دو یا تین لڑکیوں کی یوں پرورش کریں کہ وہ جوان ہو جائیں۔تو قیامت کے دن وہ اور میں یوں ہوں گے جیسے دو انگلیاں''۔یعنی کہ آپؐ نے اس اہم فریضہ کی بجا آوری کرنے والے شخص کے ساتھ اپنی محبت اور اپنی قربت کو Explain کیا۔نبی کریمؐ جب تشریف لائے اس وقت عرب میں جاہلیت کا دور تھا۔اس وقت بچیوں کو اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا۔خواتین کے ساتھ دنیا کا سب سے گھنونا ترین سلوک کیا جاتا تھا۔یہاں تک کہ اگر بچی پیدا ہوگئی ہے تو وہ جناب چاہتے تھے کہ گڑھا کھودیں اور زندہ اس کو اُس کے اندر پھینکیں اور اوپر سے مٹی ڈال دیں یعنی کہ زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔سو اس طرح کے معاشرے کی اصلاح اور اس کی تربیت کے لیے۔اللہ کے نبیؐ نے یہ بتایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بچیاں دی ہیں آپ نے ان کو پڑھایا لکھایا اور جب وہ بلوغت کی عمر کو پہنچ گئیں۔آپ نے احسن طریقے سے شادی کی اور ان کے گھر رخصت کر دیا آپ کی ذمہ داری ختم ہوگئی۔تو اس کے بعد اللہ کے نبی آپ کو تحفہ کیا دے رہے ہیں کہ جنت میں آپ ان کے ساتھ ایسے ہونگے جیسے ایک ہاتھ کی دو متصل انگلیاں۔

اولاد کشی کو اسلام نے حرام قرار دیا ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ''اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ہم تمہیں اور انہیں خود رزق دیتے ہیں''۔ (سورۃ بنی اسرائیل 31:17)

جو روح اللہ تعالیٰ دنیا میں بھیج رہا ہے اس کا رازق وہ خود ہے۔اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ اس دنیا میں آگئی ہے میں تو مرا پڑا ہوں۔میں اس کو کیسے پالوں گا۔

اس کی پرورش کیسے کرونگا اس کو دودھ کہاں سے دونگا۔تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان سب کا رزق میرے ذمے ہے۔یہ حقیقت ہے کہ ان کا رازق اللہ تعالیٰ ہے۔جب جب اللہ تعالیٰ کسی کو اولاد سے نوازتا ہے۔تو اس کے رزق میں اللہ تعالیٰ اضافہ فرماتا ہے۔ہم لوگ گو اس کو نہ سمجھ سکیں۔''میں آپ سے اپنے گھر کی بات کرتا ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تین بچیوں سے نوازا۔دو بیٹیاں میری حیات ہیں ایک اللہ کو پیاری ہوگئی اور جب جب مجھے اللہ تعالیٰ نے بیٹی دی۔میری اس سے اگلے سال Promotion ہوگئی اور میں بہت زیادہ مانتا ہوں کہ آج میں جس مقام پر ہوں اپنے اللہ کے رحم و کرم کے بعد اپنے والدین کی دعاؤں اور ان کی ان تھک محنتوں کے بعد میرے بچے میری ترقی میں بہت مددگار ہیں۔تو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ میری زندگی میں ہوا ہے۔تو رازق کون ہے وہ پاک ذات۔جو بھی دنیا میں ملے گا آپ کو اس کی رحمتوں اور برکتوں سے ملے گا۔اللہ کے نبیؐ فرماتے ہیں کہ''بیٹیوں کو زندہ دفن کرنا تمہارے اوپر حرام ہے''۔لفظ حرام بہت بڑا لفظ ہے کہ آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس کے بعد کوئی اور درجہ نہیں ہو سکتا اس کا۔بیٹیوں کو زندہ دفن کرنا سب سے بڑا گناہ ہے۔جس دور میں اللہ کے نبیؐ آئے تھے۔وہاں پر یہ سب

خرابیاں اور گناہ ہو رہے تھے۔

والدین پر اہم ذمہ داری ہے کہ بچے کو دودھ پلانے کا مناسب انتظام کریں۔ اب یہاں پر غور کریں کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات کے طور پر بچوں کے دودھ پلانے تک کے احکامات کو جاری کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: ''مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں''۔ (البقرہ 223:2)

اندازہ لگائیں کہ چھوٹی سے چھوٹی بات کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے کیسے خیال فرمایا۔ نہ صرف دودھ پلانے کا حکم دیا بلکہ اس کا بتا بھی دیا کہ کتنی دیر تک دودھ پلانا چاہیے۔ اور سائنس سے بھی یہ بات پروف ہے کہ جب بچہ دنیا میں آتا ہے تو اس کو دو سال تک اگر مدر فیڈ دی جائے۔ اور پھر ایک ایسا بچہ جس کو مدر فیڈ نصیب نہیں ہوئی کسی وجہ سے اس میں بہت بڑا ڈیفرنس ہو جاتا ہے ان دونوں میں۔

بچوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرنا والدین کے لیے لازمی ہے۔ اچھی تعلیم اور تربیت سے بچے کے اعمال اور کردار پر اچھا اثر پڑتا ہے اس کے لئے ضروری ہے جہاں آپ خود نیکی کو اختیار کرتے ہیں بچوں کو بھی نیکی کو اختیار کرنے کی طرف توجہ دلائیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے ''کہ اے لوگوں جو ایمان لائے ہو اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ''۔ (تحریم 6:66)

اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ خود بچو آگ سے اور اپنے بچوں کو بچاؤ آگ سے۔ آگ سے کیسے بچا سکتے ہیں۔ ہر وہ اچھائی کا درس جو اللہ پاک نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا۔ اللہ کے نبیؐ نے اپنی سنت سے آپ کو کر کے دکھایا۔ اور اگر آپ خود اس پر عمل پیرا ہو رہے ہیں بہت اچھا لیکن یہ کافی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو ذریت عطا فرمائی ہے۔ جب تک کہ اس کے اوپر آپ توجہ نہیں کرتے۔ اپنی اچھائیاں جو آپ نے سیکھی ہیں۔ اپنے نیک اعمال جو آپ نے سیکھے ہیں۔ جب تک ان کے اندر آپ Transplant نہیں کرتے ان کو اچھا انسان بنانے میں آپ کوشش نہیں کر رہے تو آپ انصاف نہیں کر رہے۔ آپ اچھا کام نہیں کر رہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسولؐ ارشاد فرماتے ہیں: ''ایک آدمی کا اپنی اولاد کو ادب دینا ایک صاع خیرات دینے سے بہتر ہے''۔ خیرات کی بہت زیادہ دین اسلام میں اہمیت ہے۔ نبی کریمؐ خیرات سے بھی بڑھ کر ایک اچھے عمل کی جانب توجہ دلا رہے ہیں وہ یہ کہ آپؐ اپنی اولاد کو ادب کا درس دیں۔ ایک بہترین معاشرہ کی بنیاد گھر سے ہی رکھی جا سکتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دی جائے۔

والدین کا فرض ہے کہ اپنی اولاد سے شفقت اور محبت سے پیش آئیں۔ بے جا سختی اور نفرت بچوں میں احساس کمتری اور نفسیاتی بیماریوں کا سبب بنتی ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ''کہ ایک عربی رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کیا آپ بچوں کو چومتے ہو۔ ہم تو ایسا نہیں کرتے ہم تو بچوں کو نہیں چومتے۔ آپؐ نے فرمایا۔ ''کیا تیرے لیے میرے اختیار میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے رحمت کا جذبہ کھینچ لیا ہو''۔ یہ تھوڑے سے سخت الفاظ میں آ جاتا ہے اللہ کے رسولؐ کو اس عربی کی بات پسند نہ آئی۔ آپ اگر اپنے بچے کو چومتے ہیں تو یہ محبت کی ایک Element Form ہے۔

والدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے گھروں میں محبت و احترام کا ماحول پیدا کریں۔ بچے اکثر اوقات کسی بات پر ضد کو اختیار کر لیتے ہیں ان کو غصہ اور سختی سے سمجھانے کی بجائے پیار و محبت اور نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی جائے۔ بچوں کے ساتھ جتنا شفقت سے پیش آیا جائے۔ اتنے ہی وہ والدین سے محبت کرنے والے اور بااخلاق ہوں گے۔

تمام اولاد کے درمیان عدل و انصاف سے کام لینا ضروری ہے۔ بچوں میں سے کسی ایک سے محبت کی بنا پر امتیازی سلوک کرنا ہرگز درست نہیں ہے اس سے ان میں حسد اور بغض کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ ایک کو کوئی چیز مل جائے اور دوسرے کو نہ ملے۔ تو یہ انصاف کے خلاف ہے۔ ایک صحابی نے اپنے بیٹے کو غلام دیا اور حضور نبی کریمؐ کو گواہ بنانا چاہا۔ آپؐ نے پوچھا کہ باقی اولاد کو بھی ایک ایک غلام دیا ہے۔ صحابیؓ نے نفی میں جواب دیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں ایسے ظالمانہ کام کا گواہ نہیں بنوں گا۔

رزق حلال کما کر لانا۔ یہ باپ اور شوہر کے ذمہ ہے۔ اسی طرح ایک جگہ اور بچوں کی فلاح و بہبود کے لیے ان کی اچھی پرورش کے لیے ان کی اچھی خوراک کے لیے ان کی اچھی تعلیم و تربیت کے لیے۔ جو پہلی ذمہ داری آتی ہے وہ ماں پر آتی

ہے۔حضرت علیؓ کا فرمان ہے۔ ''کہ ماں کی گود انسان کی پہلی درس گاہ ہے''۔

والدین کی جائیداد کی وارث ان کی اولاد ہی ہوتی ہے۔اولاد کو محروم کر کے کسی کو وارث بنانے کی ہرگز اجازت نہیں۔اور نہ ہی تمام جائیداد اولاد کو محروم کر کے وقف کی جاسکتی ہے۔حضرت نبی کریمؐ نے فرمایا کہ ''جب بچے ہو کر روئیں تو ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور ان کو وارث قرار دیا جائے''۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچہ عطا کیا دنیا میں آیا تو آپ کی جائیداد میں حصہ دار ہے وہ وارث ہے۔اسی طرح والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اولاد کے لیے دعائیں بھی کریں۔

اللہ تعالیٰ نے خود بچوں کے لئے دعا سکھائی ہے کہ ''میرے لیے میری اولاد کی اصلاح کر''(احقاف 15:46)

والدین پر اولاد کی شادی بیاہ کرنا بھی فرض ہے۔بچہ بالغ ہو جائے تو ان کی رضامندی سے شادی کر دینی چاہیے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ: ''جو تم سے مجرد ہیں ان کے نکاح کردو''(نور 32:24)

حقوق العباد کیا ہیں ایک اچھے اور فلاح یافتہ معاشرے کی تکمیل اللہ تعالیٰ نے دین کو اتنا خوبصورت اتنا عام فہم بنایا ہے۔یقین جانیں کہ اگر آپ تھوڑا سا غور کر لیں۔اس کو سمجھنا اتنا مشکل نہیں ہے کہ کسی بہت بڑے عالم کی ضرورت ہے۔سادہ سادہ احکام ہیں لیکن ان پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے۔جیسے کہ عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی۔وہ معاشرہ جو اللہ کے نبیؐ کے دور میں آپ کو دیکھنے کو ملتا تھا۔اس معاشرے کی تکمیل آج بھی ممکن ہے۔لیکن کیسے کہ جو صراط مستقیم دکھا دیا گیا۔جو باتیں کرنے کی ہیں ان پر عمل پیرا ہو جاؤ۔اور جن باتوں سے روکا گیا ان سے رک جاؤ۔ایسا کرو گے تو فلاح پا جاؤ گے۔

دراصل اولاد والدین کے لئے اللہ کی ایک امانت ہیں۔ان کی جسمانی اور روحانی پرورش کی ذمہ داری انہی پر عائد ہوتی ہے اور ان دونوں پرورشوں کے بارے میں وہ خدا تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہیں۔اس لئے ضروری ہے کہ والدین اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے احکامات اسلام کی روشنی میں بچوں کی دوطرفہ نمو کے لئے حتی المقدور کوشش کریں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں اس بات کی توفیق دے اور ہم اس قابل ہو جائیں کہ اللہ کی خوشنودی کو حاصل کر سکیں اور روز قیامت سرخرو ہوں۔(آمین)

بقیہ برلین رپورٹ

ان کو حل کرنے کے طریق'' کے بارے اسلامی نکتہ نگاہ پیش کرنے کے لئے دعوت دی گئی تھی۔اس تقریر کو اجلاس میں شریک لوگوں نے سراہا۔اجلاس کے بعد ایک متفقہ ریزولیوشن پاس ہوا جو جرمن حکومت کے چانسلر کو بھیجا گیا۔

رومن کھیتولک اکیڈمی میں ایک لیکچر کا اہتمام

23 مارچ۔عامر عزیز صاحب امام مسجد برلین کو رومن کھیتولک اکیڈمی، برلین نے برلین مسجد کی تاریخ اور اس کی سرگرمیوں کے بارے میں لیکچر کے لئے دعوت دی۔یہ ایک پورے دن کا پروگرام تھا۔اس پروگرام میں کئی اور سکالرز نے بھی حصہ لیا اور اس موضوع کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی۔ڈاکٹر تھامس ورٹز نے مہمانوں اور مقرر حضرات کا تعارف کروایا اور کانفرنس کے موضوع کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور موجودہ دور میں اس کی اہمیت پر زور دیا۔محترم عامر عزیز صاحب نے مسجد کی تاریخ اور اس کی تعمیر کے مقاصد پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ایک مقرر نے اس سلسلہ میں معروف نو مسلم سکالر جناب حمید مارقوس صاحب کا بطور خاص ذکر کیا۔جنہوں نے برلین مسجد سے شائع ہونے والے رسالے مسلمش ریویو اور قرآن مجید کے جرمن ترجمہ کے سلسلہ میں ان کی گرانقدر علمی خدمات کا ذکر کیا۔اس پروگرام میں لوگوں نے خاص دلچسپی سے شرکت کی۔

تمام مذاہب سے تعلق رکھنے والے نمائندوں کا اجلاس

26 مارچ۔ضلع ولمرس ڈورف کے میئر کے دفتر میں تمام مذہبی جماعتوں کے نمائندوں کا اجلاس ہوا۔جناب رائن ہارڈ نے اجلاس کی صدارت کی۔اس اجلاس میں شائع کردہ ایجنڈا پر گفتگو ہوئی۔عامر عزیز صاحب نے برلین مسجد کی نمائندگی کی۔

قبول اسلام

29 مارچ۔اللہ کے فضل و کرم سے جناب سٹائی نیکے ہولگ نے اسلام قبول کیا۔ان سے اسلام کے بنیادی عقائد کے بارے میں تفصیل سے گفتگو ہوئی اور انہیں قرآن مجید کا جرمن زبان میں ترجمہ از حضرت مولانا محمد علی صاحب بطور تحفہ دیا گیا۔

ماہِ رمضان ماہِ مغفرت

قاری ارشد محمود

رمضان المبارک مسلمانوں کے لئے بڑا ہی مبارک مہینہ ہے کیونکہ اس ماہ مقدس میں کتاب مبین قرآن حکیم نازل ہوا جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ پوری انسانیت کے لئے ہدایت ہے۔ اس کے اندر انسان کی ترقی کے سارے راز مضمر ہیں۔ قرآن حکیم ہر فرد کی ہر شعبہ میں رہنمائی کرتا ہے۔ اس ماہ مبارک کی دوسری خصوصیت روزہ ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ''اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں'' کیونکہ روزے کے اندر جہاں روحانی تربیت ہے وہاں اخلاقی تربیت بھی مضمر ہے۔ رمضان کے اندر روزے کے ساتھ انسان کو سب سے اہم سبق سکھایا جاتا ہے وہ سبق یہ ہے کہ ان قبیح عادتوں میں مبتلا ہونے کے بجائے جن سے منع کیا گیا، شدید سے شدید مصیبتوں کے جھیلنے سخت سے سخت آزمائشوں میں گزرنے کے لئے تیار ہونا چاہیے۔ اس ماہ مبارک کے اندر یہ سبق ہر روز دہرایا جاتا ہے کہ صبح سے لے کر غروب آفتاب تک بھوکے رہ کر جیسے روحانیت پیدا کرنی ہے۔ اپنی اخلاقیات کے ساتھ مخلوق خدا کے لئے فائدہ مند بننا ہے۔ وہ عوامل جن کے کرنے سے منع کیا گیا تھا۔ اس ماہ مبارک میں اُن میں اور شدت پیدا کردی۔ فرمایا جو تم میں سے روزے دار ہو چاہیے کہ وہ گالی گلوچ نہ کرے۔ بے حیائی کی باتوں سے بچتا رہے۔ اپنی زبان اور ہاتھوں سے دوسروں کو تکلیف نہ پہنچائے۔ اس لئے اس ماہ کو ماہِ مغفرت کہا جاتا ہے کہ انسان اس ماہ میں ہر چھوٹے اور بڑے گناہ سے بچتا ہے اور پورا سال اُس سے جو گناہ سرزد ہوئے ہیں اُن کی مغفرت طلب کرتا ہے۔ گویا کہ یہ عظیم مہینہ مسلمانوں کے لئے تربیت گاہ ہے۔ جس میں ایک مسلمان کی جسمانی اور روحانی ہر لحاظ سے تربیت ہوتی ہے۔ ایک دن سرکار دوعالم حضرت محمدؐ مسجد میں تشریف لائے اور منبر کی سیڑھی پر قدم رکھا تو آپؐ نے فرمایا آمین، آپؐ کے ساتھیوں نے آپؐ سے دریافت فرمایا کہ پیارے آقاؐ آج ہم نے عجیب بات دیکھی کہ آپؐ نے منبر کی سیڑھی پر قدم رکھتے ہوئے آمین کہا۔ حضورؐ اس میں کیا مصلحت ہے۔ آپؐ نے فرمایا میرے ساتھیو جب میں نے منبر کی سیڑھی پر قدم رکھا تب جبرائیل میرے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے اے اللہ کے رسولؐ ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جس کی زندگی میں ماہِ مبارک ماہِ مغفرت یعنی کہ رمضان المبارک کا مہینہ آئے اور وہ اپنے رب سے اپنے گناہوں کی معافی نہ مانگ سکے۔

اس حدیث مبارکہ کے اندر احساس دلایا گیا ہے کہ بڑا ہی بدبخت ہے وہ شخص جس پر اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے اور وہ اس ماہِ مغفرت کو پالے اس میں عبادت کر کے اپنے رب کا مقرب نہ بنے اپنی اصلاح نہ کرے۔ اپنے رب کی رحمت کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنے گناہوں کی بخشش نہ کروائے۔ اُم المومنین سید عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں: کہ نبی کریمؐ شعبان سے ہی رمضان المبارک کی تیاری شروع کر دیتے۔ ایسے لگتا کہ جیسے آپ پُر جوش طریقے سے اس ماہِ مبارک کا استقبال کر رہے ہیں۔ جیسے ہی آپ اس ماہِ مبارک میں داخل ہوتے اُم المومنین فرماتی ہیں کہ آپؐ کی عبادات بڑھ جاتی، دن کو روزہ ہوتا اور رات کو قیام کرتے، خود روزے کے ساتھ ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا مال اُس کے بندوں میں ایک آندھی کی طرح خرچ کرتے پھر اس ماہ مبارک میں آپؐ اعتکاف ضرور کرتے۔ ایک دفعہ آپؐ نے اس ماہِ مبارک کے پہلے دس دن کا اعتکاف کیا اور فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اس ماہ کے اندر ایک رات ہے جسے لیلۃ القدر کہا جاتا ہے وہ رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے میں اُس رات کو تلاش کرنا چاہتا ہوں آپؐ نے جب دس دن کا اعتکاف مکمل کر لیا تو جبرائیل آپؐ کے پاس آئے اور فرمانے لگے جسے آپؐ تلاش کرتے ہیں وہ آگے ہے آپ نے اگلے دس دن کا اعتکاف کیا تو جبرائیل آئے اور فرمایا کہ جسے آپ تلاش کرتے ہیں وہ آگے ہے تو آپؐ نے پھر آخری عشرہ کا بھی اعتکاف کیا اور فرمایا لیلۃ القدر آخری عشرہ میں ہے، اسے تلاش کرو اور آپؐ نے اس ماہ کے اندر پورا مہینہ اعتکاف کیا۔ اس کے بعد آپؐ ہر رمضان المبارک میں آخری عشرہ کا اعتکاف کرتے، جس سال آپؐ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اُس

سال آپؐ نے بیس دن کا اعتکاف کیا۔ آپ کے اس عمل سے ہمیں سبق سیکھنا چاہیے کہ ہمارے آقا ہمارے مولا حضرت محمدؐ کس قدر اس ماہ مبارک کے اندر عبادات کو ترجیح دیتے تھے اور کس قدر اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ اُم المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم بھی نبی کریمؐ کے ساتھ اعتکاف کیا کرتی تھیں۔ ہمیں بھی لیلتہ القدر کی تلاش کی تڑپ تھی۔ فرماتی ہیں میں نے ایک دن حضور نبی کریمؐ سے پوچھا اگر میں لیلتہ القدر پالوں تو اپنے رب سے کیا مانگوں تو نبی کریمؐ نے فرمایا اے عائشہؓ اگر تو اس رات کو پالے تو اپنے رب سے کچھ یوں عرض کرنا:

''اے اللہ! تو معاف کرنے والا ہے اور معاف کرنے کو پسند کرتا ہے مجھے بھی معاف فرما۔ اس دعا سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ واقعتہً کہ یہ ماہ ماہِ مغفرت ہے کہ اس ماہ کے اندر جہاں پر دوسری عبادات کو ترجیح دی گئی ہے وہاں قیام اللیل کی جانب خصوصی توجہ دلائی گئی ہے۔ اس ماہ کو ماہِ مغفرت اس لئے بھی کہتے ہیں کیوں کہ اس میں فرض کیے گئے روزے ایک مسلمان کے اندر یہ احساس پیدا کرتے ہیں کہ وہ روزے کی تکلیف برداشت کرتا ہے۔ اُس سے اُس کے دل میں دوسروں کے لئے احساس پیدا ہو، وہ لوگ جن کے لئے پانی نایاب ہے کس تکلیف سے گزرتے ہوں گے اسی طرح جو لوگ غذائی قلت کا شکار ہیں اُن کے اوپر کیا گزرتی ہوگی۔ روزے سے اُن کی تکلیف کو دور کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور انسان اپنے ان بھائیوں کی تکلیف کو دور کرنے کے لئے جو کوشش کرتا ہے۔ اس کا عمل اس کے گناہوں کی مغفرت کا سبب بنتا ہے اس ماہ مبارک کے اندر تلاوت قرآن کریم کے اوپر بہت زور دیا جاتا ہے۔ قرآن کریم کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس پر غور وخوض کرو جب انسان قرآن مجید کے اندر تدبر کرتا ہے اور اپنے آپ کو قرآن کے آئینہ میں دیکھتا ہے تو اس کے اندر اپنی اصلاح کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ مسلمان اپنی پہلی خطاؤں پہ مغفرت مانگتا ہے اور نئے جذبے کے ساتھ احکام خداوندی کی پابندی کرتا ہے۔ اس سے جہاں اس کے اندر ایک تبدیلی پیدا ہوتی ہے، وہیں پر اس تبدیلی کو آگے بڑھانے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جس کا دوسرا نام تبلیغ اسلام ہے جس سے انسان لوگوں کے سامنے اپنا نیک نمونہ پیش کرتا ہے اور یہ نیک نمونہ انسان کی بخشش اور مغفرت کا ذریعہ بنتا ہے۔

درخواست دُعا

اپنے بھائی، بہنوں کی اعانت ہمارے فرائض میں شامل ہے اور سب سے بہترین اعانت دعا ہے۔ درج ذیل احباب جماعت مختلف عوارضِ جسمانی میں مبتلا ہیں۔ مرکز میں ان کے لئے تمام نمازوں میں دعا کی جارہی ہے۔ تمام قارئین ''پیغام صلح'' سے درخواست ہے کہ وہ رمضان کی مبارک ساعتوں کی اجتماعی اور انفرادی دعاؤں میں ان احباب کے نام شامل رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے۔ آمین

محترم ماسٹر عبد السلام صاحب (لاہور)، والدہ صاحبہ طاہر صادق (راولپنڈی) محترم صاحبزادہ سید لطیف صاحب (پشاور)، محترم ملک ناصر احمد صاحب (سانگلہ ہل)، آفتاب احمد صاحب (چک نمبر 81)، چوہدری منور احمد صاحب (اوکاڑہ)، سمیع بن حنیف صاحب (لاہور) وحید صادق صاحب (کینیڈا)، والدہ عبدالماجد صاحب (راولپنڈی) والدہ فضل حق صاحب (وہاڑی) ظہور احمد ملہی صاحب (لاہور)

وفات حسرت آیات

قارئین پیغام صلح کو یہ پڑھ کر انتہائی دُکھ ہوگا کہ طاہر صادق و نجیب صادق کے دو بھتیجے، ہمشیرہ شکیل ہمایوں (جنرل سیکرٹری) قضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں۔

''ہم اللہ ہی کے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں''

ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ اللہ ان کی تمام بشری کمزوریاں، لغزشیں اور خطائیں معاف فرمائے، ان کو جنت میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام دے اور ان کے پیچھے اُن کے اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆

انگریزی سے ترجمہ: ہما خالد، ایم۔اے

برلین مسجد میں تبلیغی سرگرمیاں

رپورٹ ماہ مارچ 2019ء

از: عامر عزیز، ایم اے (امام، برلین مسجد)

کوریا سے مہمانوں کی آمد

2 مارچ۔کوریا کی تنظیم ایچ ڈبلیو پی ایل کے کچھ مہمان برلین مسجد تشریف لائے۔ وہ اپنے ساتھ 2019ء کا کیلنڈر لے کر آئے جو ان کی تنظیم نے شائع کیا ہے۔ اس کے سرورق پر امام مسجد برلین کی ایک تصویر شائع کی گئی ہے جس میں عامر عزیز صاحب انہی کی طرف سے بلائی گئی ایک مجلس میں گفتگو کرتے دیکھے جاسکتے ہیں۔ یہ بین الاقوامی تنظیم ہے اور دنیا کے مختلف ممالک میں اس کی شاخیں ہیں۔ اس تنظیم کی ایک شاخ برلین میں بھی ہے۔ جس کے کئی اجلاس برلین مسجد میں بھی منعقد ہوتے ہیں۔ انہوں نے امام مسجد برلین کو رومانیہ میں آئندہ ہونے والے اجلاس میں شرکت کی دعوت بھی دی جس میں امام برلین مسجد مسلمانوں کی طرف سے نمائندگی کریں گے۔

ٹریول پلاز، برلین کے ایلیمنڈری سکول کے طلباء کی آمد

5 مارچ۔ٹریول پلاز، برلین کے ایک ایلیمنڈری سکول کے طلباء بمعہ اپنے ٹیچر کے برلین مسجد آئے۔ طلباء کو مسجد کی تاریخ اور اس کے سرگرمیوں کے متعلق مختصر تعارف کروایا گیا طلباء نے سوالات کئے۔ قرآن مجید کے جرمن ترجمہ کی ایک کاپی ان کے سکول کی لائبریری کے لئے تحفتہ دی گئی۔

خواتین کا عالمی دن

8 مارچ۔ یہ دن خواتین کے عالمی دن کے طور سے منایا جاتا ہے۔ اس دن عام چھٹی ہوتی ہے۔ ولمرزڈورف کے علاقہ میں واقع سیتونا مسجد میں اس دن کو منانے کے سلسلہ میں ایک پروگرام ترتیب دیا گیا تھا۔ امام برلین مسجد بھی اس میں شریک ہوئے۔ تمام شرکاء نے اس پروگرام کو سراہا۔ امام برلین مسجد نے سیتونا مسجد کے امام کو حضرت مولانا محمد علی صاحب کی معروف کتاب ''ریلیجن آف اسلام'' کا عربی ترجمہ بطور تحفہ دیا جس کا امام صاحب نے شکریہ ادا کیا۔

اے کے آربین المذاہب تنظیم کے اجلاس میں شرکت

15 مارچ۔اے کے آربین المذاہب تنظیم کا ایک اجلاس مقامی چرچ میں منعقد ہوا۔ اس میں عیسائی، صوفی اور ہندو تنظیموں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ موضوع زیر بحث تھا ''روشنی کو پھیلاؤ چھپا کر نہ رکھو''۔ یہ ایک مشکل لیکن دلچسپ موضوع تھا اور تمام نمائندوں نے اس میں بھرپور حصہ لیا۔ امام برلین مسجد کو تنظیم کے اپریل کے اجلاس میں تقریر کرنے کی دعوت دی گئی۔

برلین کے ایک ایلیمنٹری سکول کے طلباء کی آمد

16 مارچ۔ برلین کے علاقہ ڈہمس روح کے ایک ایلیمنٹری سکول کے طلباء برلین مسجد آئے۔ امام مسجد برلین نے برلین مسجد کی تاریخ اور اس کی سرگرمیوں کے متعلق مختصر تعارف کروایا۔ پھر سوال و جواب کا سلسلہ ہوا۔ قرآن مجید کے جرمن ترجمہ کی ایک کاپی طلباء کے استاد کو سکول کی لائبریری کے لئے تحفتہ دی گئی۔

16 مارچ۔ ایچ ڈبلیو پی ایل کی تنظیم نے ایک اجلاس کا اہتمام کیا۔ جس میں امام مسجد برلین عامر عزیز صاحب کو ایک کھلے اجلاس میں ''مذہبی اختلافات اور

(بقیہ صفحہ نمبر 21)

مدثر عزیز (مدیر) پیغام صلح انٹرنیشنل نے دفتر 8-7 برنیئر سٹریٹ 10713 برلن (جرمنی) سے شائع کیا

عید کے دن

(۱): عیدالفطر کے دن صبح سویرے اٹھ کر غسل کرنا اور صاف کپڑے پہننا اور خوشبو لگانا اور نماز عید سے قبل ناشتہ کرنا سنت ہے۔

(۲): عید کی نماز سے قبل صدقہ فطر ادا کر دینا چاہیے۔ حدیث شریف میں ہے کہ فطرانہ روزہ کے ایام میں بعض کمزوریوں کے سرزد ہونے کی تلافی کے لئے ہے۔ اس سے غرباء اور مساکین کو خرچہ مل جاتا ہے جس سے وہ بھی اپنی عید منا سکتے ہیں۔ گویا ساری قوم کو عید میں شمولیت کا موقع مل جاتا ہے اور مساکین بھی عید کی خوشی سے محروم نہیں رہتے۔

(۳): نماز عید کو جاتے ہوئے ذکر الٰہی کرتے جانا افضل ہے۔

(۴): صدقہ عیدالفطر ہر فرد پر واجب ہے۔ عورتوں، بچوں اور ملازمین کا صدقہ گھر کے مالک کے ذمہ ہے جو ان کے رزق کی کفالت کرتے ہیں۔

(۵): عید کی نماز دو رکعت ہوتی ہے اس میں اذان، تکبیر، اقامت کوئی نہیں ہوتی۔ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ سے قبل سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں بھی سورۃ فاتحہ سے قبل پانچ تکبیریں ہیں۔ تکبیروں کے درمیان ہاتھ کھلے چھوڑ دینے چاہئیں۔

(۶): نماز عید کے بعد خطبہ مسنون ہے۔ خطبہ کو غور سے سننا اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

(۷): عید کے دن آپس میں ملنا جلنا اور ایک دوسرے کو حسب توفیق ہدیہ اور تحائف دینا اور طعام میں شریک کرنا باہمی محبت بڑھانے میں نہایت ہی مستحسن چیز ہے۔

(۸): حضرت اقدس کے زمانہ سے احمدی جماعت کے افراد صدقہ عیدالفطر کا پیشتر حصہ انجمن کے بیت المال میں جمع کراتے ہیں۔ اس لئے نماز سے قبل یہ صدقہ انجمن کے امین کے پاس جمع کرا دینا چاہیے۔

(۹): صدقہ عیدالفطر کے علاوہ حضرت اقدس کے حکم سے حسب حیثیت عید فنڈ کی ادائیگی بھی ہر ممبر جماعت کے لئے لازمی ہے۔ آخر عید کے دن بچوں اور عزیزوں کو عیدی اور تحائف دیتے ہیں۔ اس طرح اس خوشی کے دن اسلام کا بھی حق ہے۔ لہٰذا احباب اس فنڈ کی طرف بھی خاص توجہ مبذول فرمائیں اور فطرانہ و عید فنڈ کے روپے جمع کر کے انجمن کے بیت المال میں بھیج دیں۔ یہ حضرت صاحب کا حکم ہے اور مالی جہاد ہے۔

(۱۰): اس سال انجمن نے فی کس -/100 روپے فطرانہ مقرر کیا ہے۔